"استشراق"

ششماہی (اپریل 2024۔ ستمبر 2024)

جلد 1، شمارہ 4

مدیر: ڈاکٹر حافظ سعید احمد

زیر اہتمام

انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹلزم میانوالی

معاون مدیر:ڈاکٹر محمد عرفان وزٹنگ اسسٹنٹ پروفیسر گفٹ یونیورسٹی گوجرانوالہ
ادارتی ممبر:طوبیٰ گل وزٹنگ لیکچرر یونیورسٹی آف میانوالی
ادارتی ممبر:بلال دانش یونیورسٹی آف ایجوکیشن،جوہر آباد کیمپس
انگلش سیکشن:فرخندہ عزیز لیکچرر یونیورسٹی آف ایجوکیشن لاہور
قانونی مشیر:مہوش اسماء اعوان ایڈوکیٹ،لاہور ہائی کورٹ

ادارتی بورڈ

1	ڈاکٹر محمد اکرم چوہدری	سابق وائس چانسلر یونیورسٹی آف سرگودھا
2	قبلہ ایاز	سابق چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل / جج شریعت ایپلٹ بنچ
2	ڈاکٹر عبداللہ صالح	ڈائریکٹر شیخ زاید اسلامک سنٹر جامعہ پنجاب لاہور
3	نگار سجاد ظہیر	سابقہ صدر شعبہ تاریخ جامعہ کراچی
4	محمد دین جوہر	معروف اسکالر
5	ڈاکٹر حافظ محمد نعیم	شعبہ علوم اسلامیہ جی سی یونیورسٹی لاہور
6	ڈاکٹر فیروزالدین شاہ کھگہ	پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ سرگودھا یونیورسٹی
7	ڈاکٹر جمیل احمد نتکانی	ایسوسی ایٹ پروفیسر بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان
8	ڈاکٹر عبدالرؤف	ڈائریکٹر نائل انسٹیٹیوٹ آف لینگویجز اینڈ لرننگ، قاہرہ مصر
9	مجتبیٰ فاروق	انڈیا

فہرست مضامین

نمبر شمار	گوشہ	محتویات	مضمون نگار	صفحہ نمبر
		اداریہ	مدیر	4
1	شخصیات	پروفیسر مار گولئتھ (ایک عظیم مُستشرق)	سعید انصاری / شیخ عنایت اللہ (انتخاب: مشتاق احمد لاہور)	7
		وائل حلاق: شخصیت وافکار	ڈاکٹر عبد الباسط	12
3	تعارف استشراق	عربی زبان وادب اور مستشرقین (تعارف)	ڈاکٹر حافظ سعید احمد	15
4	تحریکات	برل کا مختصر تعارف (ادارہ) ملائیشیا: ملایایونیورسٹی سے از ڈاکٹر فلک شیر فیضی		39
5	تحقیقی مطالعات	مار گولیتھ کی کتاب "The Early Development Of Mohammedanism" کا تعارف	حافظ محمد طارق	40
6	تبصرے	تخلیقِ آدم اور نظریہ ارتقاء (جدید فکریات کے تناظر میں) از ذکی الرحمٰن غازی مدنی	ڈاکٹر محمد عرفان	54
		حدیث پر مستشرقین کے اعتراضات کا تحقیقی جائزہ Shorter Encyclopedia of Islam کے تناظر میں از پروفیسر حافظ حسن عامر	ادارہ	57
7	سرگرمیاں	(اپریل تا ستمبر 2024): کانفرنسز، ویبنارز، سیمینارز، کتب، تراجم کا تعارف		59

اداریہ

فہم یا تنقید

دنیا مشرق اور مغرب کا مجموعہ ہے، اور یہ اتنی بڑی حقیقت ہے کہ اس سے کوئی ذی شعور انکار نہیں کر سکتا۔ کسی زمانے میں دنیا میں مشرق کا طوطی بولتا تھا، پھر حالات نے پلٹا کھایا اور مغرب اس منصب پر فائز ہو گیا، جس پر کبھی مشرق کی حکومت تھی۔ اور یہ اچانک نہیں ہوا بلکہ اس کے لیے صدیوں نے سفر کیا۔ اور شاید یہی وجہ ہے کہ مسلم دنیا اور مشرق کی عمومی فضا میں مغرب کے بارے میں نرم گوشہ نہیں پایا جاتا، بلکہ نفرت اور اس سے ملتے جلتے جذبات پائے جاتے ہیں، آخر ایسا کیوں ہے؟ وجوہات مختلف ہو سکتی ہیں، جن میں سر فہرست مادی ترقی ہے، اس وقت مغرب مادی ترقی کے لحاظ سے بلندیوں کو چھو رہا ہے، اور دنیا بھر پر اقتصادی، عسکری، علمی اور سیاسی لحاظ سے حکومت کر رہا ہے اور مشرق کی معاشی، فوجی اور علمی مقام و منصب سب پر عیاں ہے۔

مشرقی علوم کے مطالعے میں مصروف اسکالرز کو مغرب میں کسی زمانے میں مستشرق کہا جاتا تھا لیکن مسلمانوں کی طرف سے نقد اور غلطیوں کی نشاندہی کے نتیجہ میں انہیں اس نام سے بھی دلچسپی نہیں رہی۔ اور اب وہ اپنے لیے Area Expert جیسے الفاظ استعمال کرنا پسند کرتے ہیں۔ اور وہاں پر کتابوں کی اشاعت، مجلات کی فروانی، انسائیکلوپیڈیاز کی تیاریاں، سیمینارز اور کانفرنسز کا انعقاد، اسکالرز سے استفادہ کی روش، مسلم دنیا سے اسکالرشپس پر نوجوان اسکالرز کو فیلوشپ کی پیشکش، یہ سب سرگرمیاں اس بات کی گواہی ہیں کہ انہوں نے لفظ مستشرق سے جان چھڑانے کی کوشش کی لیکن انہوں نے اپنی علمی سرگرمیاں اسی انداز سے جاری رکھیں اور ان کی تحقیقات سے ان کی حکومتیں اور ادارے بھرپور انداز سے استفادہ کرتے ہیں۔

استشراقی مراکز اور ہمارا سماج؟

اس سوال کے اصل مخاطب سماجی علوم کے اسکالرز، پروفیسرز اور مذہبی رہنما ہیں جو مشرق اور مغرب کی تہذیب سے بھرپور آگہی کے دعویدار ہیں، جن کا خیال ہے کہ ہم مغرب کو بہتر سمجھتے ہیں کہ انہوں نے علوم و فنون میں ترقی ہمارے اسلاف کی تحقیق کی بنیاد پر کی ہے، انہوں نے صرف مادی میدان میں ترقی حاصل کی ہے اور یہ ترقی انسانی زندگی کی اصل نہیں ہے، ان کے سماج اخلاقی طور پر دیوالیہ ہو چکے ہیں، ان کا معاشرہ تباہی کے دہانے پر کھڑا ہے وغیرہ۔ جبکہ امر واقعہ یہ ہے کہ پدرم سلطان بود کے نغمے گا کر نوجوان نسل کو مطمئن کرنے کی کوشش کی سعی لاحاصل ہو رہی ہے۔

اتنے وعظ و نصیحتوں کے باوجود بڑی پیمانے پر نوجوانوں کی مغرب میں منتقلی اور لاکھوں کے مغرب میں بسنے کے خواب! ایک سوالیہ نشان ہے ان واعظین اور ناصحین کی دانش پر۔ جن کی خطبوں میں جان نہیں رہی، اور نصیحتوں پر کوئی کان نہیں دھرتا۔ اور تو اور ان کے اپنے دفاتر اور

برانچیں مغرب میں کھلتی جارہی ہیں۔اور آئے روز ان کے دورے ان کے خطبوں اور نصیحتوں کا راز افشاء کرتے جارہے ہیں اور وہ خود مغرب کی طرف عازم سفر ہیں۔

سچی بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں ابھی تعلیمی مراکز اور مدارس فہم کے لحاظ سے اس مقام پر نہیں پہنچے، جہاں سے قوموں کی امامت اور قیادت کے فرائض سرانجام دیے جاتے ہیں، بلکہ خود ساختہ دشمن پیدا کیا جاتا ہے اور پھر اس کا مقابلہ کرنے کے لیے تمام وسائل اور ہتھیار بروئے کار لائے جاتے ہیں، اور بعض اوقات ایسے دلائل بھی دیے جاتے ہیں کہ آدمی انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ تعلیمی مراکز میں نصاب، معلم، طالب علم اور ماحول باہم جڑے ہوئے ہیں۔ان کے بغیر تعلیم اور تدریس کا ہونا ممکن ہی نہیں۔

عصری تقاضوں سے ہم آہنگ نصاب قوموں کی زندگی میں روح کی طرح کام کرتا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے بچوں کو کیا منتقل کررہے ہیں؟اور ان کی آبیاری کس سطح پر کررہے ہیں، اوراس کی روشنی میں کس طرح کی قوم تعمیر کرنا چاہتے ہیں، بنیادی طور پر تعلیم دوقسم کی ہوتی ہے ،پیشہ وارانہ اور غیر پیشہ وارانہ۔یہاں ہم غیر پیشہ وارانہ تعلیم کی بات کریں گے جو قوم کو فکری اور علمی سطح پر منظم اور مربوط کرنے کا فریضہ سرانجام دیتی ہے۔

کسی بھی موضوع کی صحیح منتقلی طالبعلم تک نہ ہو تو اس کے بغیر وہ صحیح تفہیم حاصل نہیں کرسکتا، ہمارے خیال میں ہمارے ہاں نتائج کی بنیاد پر تعلیم منتقل کی جاتی ہے جس کی وجہ سے طالب علم تفہیم کے عمل سے نہیں گزرتا، اور اپنے معلم کے نتائجِ فکر کو بغیر کسی نقد کے قبول کرلیتا ہے اور ملی جلی فضا پیدا ہو جاتی ہے اور بعض اوقات نفرت کی فضا پیدا ہوتی ہے۔اور یہی حال مغرب کی تفہیم کا ہوا ہے، ہماری درسگاہوں میں مغرب پر نقد کا سبق اور مضمون پڑھایا جاتا ہے۔لیکن حال یہ ہے کہ کوئی طالب علم صحیح فہم حاصل نہیں کرسکتا۔

قدیم زمانے میں مشرق کا رویہ مغرب کے بارے میں کیا رہا؟ اور آج مغرب مشرق کے بارے میں کیا سوچ رہا ہے؟ یہ دو بڑے اہم سوالات ہیں جو علم الاستشراق کے تحت زیرِ بحث لائے جائیں تاکہ آج کے گلوبل ویلج میں مشرق اور مغرب کی دیواریں گرادی جائیں اور ڈیجیٹل ذرائع سے دنیا پر نیا علوم وفنون کی حکمرانی قائم کرسکیں جو انسانیت کے لیے نافع ثابت ہوں۔

اس شمارے کو ہم نے اپنے قارئین کی تجاویز کی روشنی میں مختلف گوشوں میں تقسیم کردیا ہے، گوشہ شخصیات میں مشتاق احمد نے مارگولیتھ کے حوالے سے شیخ عنایت اللہ اور سعید انصاری کی لکھی گئی تحریریں شائع کی جارہی ہیں، دوسرا مضمون ڈاکٹر عبدالباسط نے وائل حلاق کے حوالے سے لکھا ہے، اس کو شائع کیا جارہا ہے، دوسرا حصہ گوشہ علاقہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے، امیں اکیسویں صدی میں عربی زبان وادب اور مستشرقین کے حوالے سے تحریر شائع کی جارہی ہے، اسی حصے میں معروف مغربی اشاعتی ادارے برل کا مختصر تعارف دیا جارہا ہے، اور ملائیشیا میں واقع ملایا یونیورسٹی سے ڈاکٹر فلک شیر فیضی نے استشراق کے حوالے سے ایک رپورٹ بھیجی ہے۔گوشہ کتب انگریزی / اردو کتب میں حافظ محمد طارق نے مارگولیتھ کی کتاب کا تعارف بھیجا ہے۔گوشہ اردو کتب / مقالہ جات / سیمینارز / کانفرنسز میں پاکستان میں ہونے والی مختلف نوعیت کی سرگرمیوں کے بارے میں مختصر رپورٹ دی

جار ہی ہے۔ ورلڈ ویو پبلشرز نے حدیث پر مستشرقین کے اعتراضات کا تحقیقی جائزہShorter Encyclopedia of Islam کے تناظر میں از پروفیسر حافظ حسن عامر کتاب شائع کی۔ جس کا تعارف اس شمارے میں دیا جارہا ہے۔

ہم علم الاستشراق سے وابستہ اسکالرز / ریسرچ اسکالرز / عمومی دلچسپی میں رکھنے والے احباب سے گذارش کرتے ہیں کہ استشراق کے موضوع پر ہونے والے تحقیقی، تربیتی، تنقیدی نوعیت کے کاموں کے بارے میں آگاہ کریں تا کہ ہم اپنے رسالے میں ان کو ایک ترتیب سے شائع کریں گے اور اس مضمون میں نووارد محققین اور طلباء استفادہ کر سکیں اور اس مضمون کے فروغ کے لیے راہیں ہموار ہو سکیں۔

رسالے کی بہتری کے لیے آپ کی تجاویز کو ادارہ ہمیشہ فوقیت دیتا ہے۔ جو لوگ اس موضوع پر لکھنا چاہتے ہیں، وہ اس موضوع پر لکھیں، ہم اس کو اپنے صفحات میں جگہ دیں گے اور اسکالرز حضرات کا قلمی تعاون بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اور اسی طرح ہم اپنے مجلے کی ٹیم میں اضافے کے خواہاں ہیں، جو نوجوان شامل ہونا چاہتے ہیں، ان کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ اور اس بات کا خیال رہے کہ یہ مجلہ ایچ۔ای۔سی سے منظور شدہ نہیں ہے اور نہ ہی ابھی ہمارے پروگرام میں شامل ہے۔ احباب اپنے مضامین بھیجتے وقت اس بات کا خصوصی خیال رکھیں تا کہ ان کو بعد میں کسی زحمت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

پروفیسر مار گولئتھ
(ایک عظیم مُستشرق)

تحریر: سعید انصاری (انتخاب: مشتاق احمد لاہور)

در روزگارِ عشق تو، ماھم فدا شدیم

افسوس کُند قبیلہ مجنون کسے نماند!

پروفیسر ڈاکٹر ڈیوڈ سموئیل مار گولئیتھ، جو "ضاد" بولنے والی دُنیا میں علامہ مر جلیوت انگلیزی" کے نام سے مشہور تھے؛ افسوس ہے کہ مارچ سنہ 1940 کے آخری ہفتے میں انتقال کر گئے۔

ڈاکٹر مار گولئیتھ، عربی برطانوی عالم، اپنے فن میں "یورپین ریوٹیشن" کے مالک تھے۔ وہ اپنے زمانے میں آکسفورڈ کی بہت ہی نمایاں ہستیوں میں تھے اُن سے زیادہ کسی عالم نے برٹین (Britain) میں عربی زبان اور اسلام کے متعلق، ٹھوس علم کی اشاعت کا کام نہیں کیا۔

آپ 18 اکتوبر سنہ 1858 کو بمقام لندن پیدا ہوئے۔ تحصیلِ علم کا زمانہ، پہلے مانچسٹر اور پھر نیو کالج، آکسفورڈ میں بسر ہوا۔ سنہ 1889 میں جب تحصیل علم سے فارغ ہوئے، تو آکسفورڈ یونی ورسٹی نے عربی کے لاڈئین (laudian) پروفیسر کی کُرسی (مسند نہیں! یورپ میں مسند کہاں؟) آپ کو پیش کی۔ آکسفورڈ یونی ورسٹی، انگلستان کی قومی یونیورسٹی ہے، جس کے قلمرو میں کسی وقت آفتاب غروب نہیں ہوتا! پروفیسر مار گولئیتھ کا ایسے بڑے علمی مرکز میں، ایسی نمایاں جگہ حاصل کر لینا، بہت سے لوگوں کے جذباتِ رشک وحسد کے مُشتعل کرنے کا باعث ہوا۔ چونکہ ابتدائی تحقیق اور ریسرچ نے آپ کو ایک دینی روش کے لئے تیار کیا تھا؛ نیز قرآن مجید کی زبان میں آپ کو اُس وقت تک ایسا امتیاز حاصل نہیں ہوا تھا، جو یونیورسٹی کی اس اہم کُرسی کے لئے ضروری تھا؛ ناقدین نے اعتراض کیا کہ ایک 31 سالہ جوان اس منصبِ عظیم پر کیوں سرفراز کیا گیا ہے؟ مگر آپ نے بہت جلد، عربی زبان میں امتیاز حاصل کر کے ناقدین کی زبانیں بند کر دیں! آپ اپنے منصب پر سنہ 1889ء سے 1937ء تک قائم رہے۔

سنہ 1905ء میں آپ رائل ایشیاٹک سوسائٹی کی کونسل کے ممبر مُنتخب ہوئے۔ سنہ 1927ء میں اُس کے ڈائریکٹر ہو گئے۔ سنہ 1928ء میں اس سوسائٹی کا صد سالہ طلائی تمغہ آپ کو پیش کیا گیا۔ آپ برٹش اکیڈیمی کے ایک فیلو تھے سنہ 1921ء میں درھم یونیورسٹی نے آپ کو ڈی لٹ کی آنریری ڈگری دی۔ اور بھی متعدد علمی اعزازات آپ کو حاصل ہوئے۔ مستشرقین کی مختلف کانگرسوں میں، بارھا حکومت نے آپ کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا۔

ڈاکٹر مار گولئیتھ ایک عالم اور حکیم تھے۔ اُن کے اہم کارنامے اگرچہ عربی زبان و ادب سے متعلق ہیں؛ تاہم اُن کے حکیمانہ اعمال، بہت سے دوسرے شُعبوں تک وسیع ہیں۔ وہ یونانی زبان کے اعلیٰ درجے کے فاضل اور لاطینی کے ایک ممتاز عالم تھے۔ عبرانی، سریانی، فارسی اور ترکی کے علم نے اُنہیں ان زبانوں کے صفِ اول کے علما میں جگہ دی تھی۔ سنسکرت اور ہندی سے بھی واقف تھے۔

آپ کے کارنامے دو شُعبوں سے بالخصوص متعلق ہیں:

ا۔ ارسطو کی تصنیفات کی عربی شرحوں کا مطالعہ

2۔ مذہب اسلام کی تاریخ۔

اس دوسرے شعبے پر بعض بہت ہی اہم نوشتہ جات آپ نے شائع کئے۔ سب سے بہتر یاقوت حموی کی معجم الادباء ہے جو سات جلدوں میں سنہ 1907 سے 1927 تک نکلتی رہی۔ مسکویہ کی مُستند کتاب "Eclipse of the Abbasid Caliphate" کے نام سے سات جلدوں میں سنہ 1920 سے 1922 تک شائع کیں۔ ان میں سے چار جلدوں کا ترجمہ اور فہرستیں بھی آپ نے تیار کیں۔ اس کام میں آپ کے ساتھی ایچ ایف ام دروز (Amedroz) تھے۔ دونوں تصنیفات بڑے معرکے کی ہیں جن کا مطالعہ عربی ادب کی ترقی و تاریخ اور خصوصاً تاریخ اسلام کے لئے ناگزیر ہے اشاعت کُتب کا کام، آپ نے سنہ 1889 ہی سے شروع کر دیا تھا۔ شائع کردہ کتابوں میں زیادہ تر عربی متون و تراجم ہیں۔ ان کتابوں کا تحشیہ و تصحیح میں آپ کا بڑا وقت صرف ہوا۔ "گِب میموریل سیریز" کی فہرست میں آپ کا نام نامی بہت روشن نظر آتا ہے لیکن ان کتابوں کے علاوہ جو مضامین سائنٹفک انسائیکلوپیڈیاز کے لئے آپ نے تحریر فرمائے اُن کی بھی بہت بڑی تعداد ہے۔ انسائیکلوپیڈیاز اور ہاسٹنگ کی بائیبل کی لغتوں میں، اسلام کے متعلق تمام مضامین آپ ہی کے "بار آور" قلم سے نکلے ہیں۔ آپ نے جو مضامین عوام کے لئے لکھے، اُن سے بھی علم میں اضافہ ہوتا ہے! آج مرنے والے کی روح ،ان سب چیزوں کی طرف اشارہ کرکے کہہ رہی ہے

تلک آثارِنا تدّل علینا فانظر وابعدنا الیٰ الآثار

پروفیسر مار گولئیتھ اسلامی علوم و ادبیات کا ایک "زندہ کُتب خانہ" اور "چلتا پھرتا میوزیم" تھے! عربی کی متداول اور نایاب کتابوں میں شائد ہی کوئی کتاب ہو گی جو آپ کی نظر سے نہ گُذری ہو۔ عربی ادب میں آپ کو حیرت انگیز کمال حاصل تھا۔ عربی لکھنے والوں میں تمام دنیامیں یہ مشکل دو چار آدمی آپ کے مقابلے کے نکل سکتے ہیں! آپ کا طرزِ تحریر نہائت دلنشین اور تخیل عربی تھا۔ جو عجمیت کے شائبے سے بالکل پاک تھا۔ جرجی زیدان نے صحیح لکھا ہے کہ آپ کا اسلوبِ تحریر صدرِ اسلام کے بلغا کے اسلوبوں سے ٹکر کھاتا تھا۔ آپ نے دو والاناموں سے مجھے بھی سرفراز فرمایا ہے۔ ان میں آپ نے جیسی عبارت لکھی ہے اُس سے جرجی زیدان کے خیال کی تائید ہوتی ہے یہ تحریریں جانِ ادب ہیں۔ افسوس ایسے لکھنے والے اب کہاں؟

آپ کا تصنیفی رُجحان دو طرف تھا: قرآن مجید کی زبان اور قرآن مجید کا مذہب۔ قرآن مجید کی زبان آپ کو بہت زیادہ محبوب تھی! عمر کا کافی حصہ اس کی تحصیل اور اکیاون سال اس کی تدریس میں گُذارے۔ عربی ادبیات پر بُہت سی کتابیں اور مقالے تحریر فرمائے۔ سنہ 1917 میں لاہور آکر پنجاب یونیورسٹی میں "روس کے متعلق اسلامی جغرافیہ نویسوں کی معلومات" پر ایک پُر مغز مقالہ پڑھا۔ اسی زمانے میں "انجمن آداب اللغۃ العربیہ لند" کے قیام کا اعلان کیا اس کا مقصد یہ تھا کہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی سے زیادہ بڑے پیمانے پر عربی زبان و ادب کی خدمت کی جائے اور تمام دنیا کے عربی بولنے والوں میں ایک رشتہ اِتحاد قائم کیا جائے۔ افسوس ہے کہ جنگ عظیم کی مصروفیتوں نے لوگوں کو اس طرف متوجہ نہ ہونے دیا۔ اور ڈاکٹر صاحب کی تمنا

پوری نہ ہو سکی۔ آپ نے انجمن کی ہندوستانی شاخ کا کام میرے سپُرد کیا تھا۔ میں نے نواب حاجی محمد اسحاق خان بہادر آنریری سیکرٹری محمڈن کالج علی گڑھ کی صدارت میں کمیٹی قائم کی مگر حالات وہی تھے جو لندن اور مصر کے تھے۔

قرآن مجید کے مذہب سے آپ متفق نہ تھے! آپ کے والد مشنری اور پادری تھے۔ آپ خود بھی ایک پادری تھے! اس لئے عیسائیت کی تبلیغ اور مدافعت کا ماحول، بچپن ہی سے آپ کو ملا تھا! جو لوگ اس نکتے پر نظر رکھتے ہیں وہ یہ سمجھ سکیں گے کہ کیوں "تاریخ تمدن اسلامی (ج4) کے مترجم کے قلم سے "لائف آف محمد" جیسی کتاب نکلی؟

آپ کی تحقیق اور ریسرچ کا ایک منظر یہ ہے کہ سنہ 1896 میں میں "Ecclesiasticus" " کے دو اہم حصے دریافت ہوئے۔ یہ تورات کا ایک جز تھا، جو غیر مُعتبر سمجھ کر اُس سے خارج کر دیا گیا تھا۔ ان دونوں میں ایک حصہ عبرانی زبان میں تھا، جو نامکمل تھا دوسرا اتنا ہی اہم حصہ آرامی زبان میں تھا جو Elephantine کے قرطاس ((Papyri پر لکھا ہوا تھا۔ پروفیسر مار گولئیتھ نے دعویٰ کیا کہ یہ نو دریافت حصہ، اصلی نہیں ہے؛ بلکہ یونانی زبان میں ایک تصحیف شدہ نسخہ تھا، اُس سے ایرانی ترجمہ ہوا جو خود بھی تصحیف تھا اور اُس ایرانی تصحیف سے یہ ترجمہ ہوا! اُنہوں نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ ایک یہودی نے اس نو دریافت حصے کو تصنیف کیا تھا، جس کی مادری زبان عربی تھی اور جس کا زمانہ دسویں صدی عیسوی تھا! ان تلخ مباحثوں میں کافی وقت صرف ہوا۔ پروفیسر صاحب کے مقابلے میں نامور نولدیکے اور بہت سے علماء تھے۔ لیکن انصاف یہ ہے کہ اُنہوں نے جو چند اعتراضات متن سے متعلق کئے تھے، وہ ان حضرات سے اٹھائے تھے اور آج تک اپنی جگہ پر قائم ہیں۔

پروفیسر مار گولئیتھ نے 81 سال 6 ماہ کی عمر پا کر وفات پائی۔ اس طرح انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کی دہ سادہ جگہ پُر ہو گئی جو مار گولئیتھ کے نام کے سامنے سن 1929 کا مورخ آئیندہ مورخ کے کے لئے چھوڑ گیا تھا! پروفیسر صاحب اب اُس عالم میں ہیں جس کے لئے اُنہوں نے اپنے دین و مذہب کی حمائت کی تھی۔ ہندوستان کے بعض مشہور عالموں نے اُن پر تنقیدیں کیں۔ میں نے بھی اُن کے ایک مضمون "خلافت اور تُرک" کا اسی عنوان سے جواب لکھا تھا لیکن وہ محض ایک "سُخن گُسترانہ بات" تھی جو "مقطع میں آ پڑی" تھی! اُس سے پروفیسر صاحب کی عظیم الشان شخصیت کی تنقیص مقصود نہ تھی! اُنہوں نے نصف صدی کی طویل مُدّت تک ہمارے علوم و زبان کی مُخلصانہ خدمت کی ہے۔ ہمارے دلوں میں اُن کی جگہ ہے! ہم اُن کی یکرُخی تصویر نہیں دیکھتے! ہم اُن کی شخصیت کا "استحصالہ" نہیں چاہتے!! ہم کو تو "غالب" کا یہ مشورہ پسند ہے

وفاداری "بشرطِ اُستواری" اصلِ ایماں ہے!

مرے بُت خانے میں تو کعبے میں گاڑو برہمن کو!

مارگولیتھ(D.S.Margoliouth)

(ایک نامور مستشرق)

تحریر: شیخ عنایت اللہ

(انتخاب: مشتاق احمد لاہور)

ڈیوڈ سموئل مارگولیتھ انگلستان کا مشہور مستشرق جس نے نصف صدی تک اوکسفرڈ یونیورسٹی میں عربی کی تدریس کی۔ اس کا سن ولادت 1858ء ہے اور سن وفات 1940ء ہے۔ اس کے آباء و اجداد پولینڈ کے یہودی تھے، لیکن اس کے والد نے اپنا آبائی مذہب ترک کر کے عیسائیت اختیار کر لی تھی اور مارگولیتھ اس لحاظ سے پیدائشی عیسائی تھا۔ مارگولیتھ 1889ء میں اوکسفرڈ یونیورسٹی میں عربی کا پروفیسر مقرر ہوا اور جب وہ 1937ء میں سبکدوش ہوا، تو اس اس کی ملازمت کو 48 سال گزر چکے تھے۔ اس نے بیضاوی کی تفسیر سے سورۃ آل عمران کا انگریزی میں ترجمہ کیا، جو 1894 میں Chrestomathies Baidawiana کے نام سے شائع ہوا۔ اس کے علاوہ اس نے رسائل ابی العلا المعری کو ایڈٹ کیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مارگولئیتھ کو عربی زبان پر بڑی قدرت حاصل تھی۔ اس نے ارسطو کی کتاب (بوطیقا) کے سریانی اور عربی تراجم کو شائع کیا اور ان کے یونانی متن کی تصحیح میں کام کیا۔ اس نے یاقوت حموی کی معجم الادباء کو سات جلدوں میں شائع کر کے عربی ادب اور تاریخ کی بیش بہا خدمت انجام دی۔ (السمعانی کی کتاب الانساب کی عکسی اشاعت بھی اس کی کاوش کا نتیجہ ہے)

1896ء میں پروفیسر مارگولئیتھ نے ایک خاتون us (Jessie Payne Smith) سے شادی کی اور اس کے بعد وہ کئی سال تک اپنی اس بیوی کے ساتھ سریانی لغت Thesyimrvs Syriacus) کی تکمیل میں مصروف رہا، جسے اس کا والد نامکمل چھوڑ گیا تھا۔

برٹش میوزیم اور باڈلین (Bodleian) لائبریری میں جو قراطیس (Arabic Papyri) محفوظ ہیں، موصوف نے ان کا دقت نظر سے مطالعہ کیا اور سخت مشکلات کو حل کر کے ان کی فہرستیں تیار کیں۔ مانچسٹر کی Jobst Reynolds لائبریری میں جو عربی قراطیس موجود ہیں، اس نے ان کی فہرست بھی 1933ء میں مکمل کی۔ مارگولئتھ نے اسلام پر جو کتابیں لکھیں ان میں ذیل کی تین کتابیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

1۔ Mohammad and the Rise of Islam مطبوعہ 1905ء

2۔ Mohammadanism مطبوعہ 1911ء۔

3۔ Early Development of Mohammadanism مطبوعہ 1914ء۔

اس میں شُبہ نہیں کہ ان کتابوں سے مارگولئیتھ کے علم و فضل کا ثبوت ملتا ہے، لیکن ان میں تعصبات کا بڑا حصّہ ہے۔ اس طریق تصنیف کو خود مغربی علماء نے پسند نہیں کیا اور مسلمان قاری تو اس سے یقیناً اور بجا طور پر برافروختہ ہوتا ہے۔ اس کی ایک کتاب رسول مقبول ﷺ کی سیرت ہے۔ ٹائن بی (Toynbee) کی رائے میں یہ سیرت یورپ کے روایتی مسیحی تعصب کی آئینہ دار ہے۔ آمدروز Amedroz نے ابن مسکویہ کی

تجارب الامم کو شائع کیا تھامار گولئیتھ نے اس کا انگریزی ترجمہ کیاجو1920ء میں The Eclipse of the Abbasid Caliphate کے نام سے متعدد جلدوں میں شائع ہوا۔

اگست 1914ء میں جنگ عظیم اول شروع ہوئی تو مار گولئیتھ سوئٹزر لینڈ میں پھنس گیالیکن جلد ہی اس نے جنیوا کے راستے سے خلاصی پائی۔ سرکار برطانیہ نے اس کو ہندوستان بھیج دیا، جہاں اس نے کلکتہ، بمبئی اور لاہور میں لیکچر دیئے۔ 1928 کے بعد اس نے کچھ عرصہ بغداد اور اس کے مضافات میں گزارا۔

1925 میں مار گولئتھ نے رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے جرنل میں ایک مضمون لکھا جس میں اس نے شعر جاہلی کے تمام ذخیرے کو جعلی قرار دیا۔ اس نے اس شاعری کا تمسخر اڑایا، حالانکہ اس ذخیرے کو آج تک مشرق و مغرب کے تمام علماء معتبر سمجھ کر بنظر استحسان دیکھتے آئے تھے۔ مصری ادیب طٰہٰ حسین نے شعر جاہلی پر شک شبہ کا اظہار کیا ہے مگر یہ مار گولئتھ کی کورانہ تقلید کے سوا کچھ نہیں۔

ماخذ: نجیب العقیقی: المستشرقون 18:2 مطبوعہ قاہرہ 1۔ Dictionary of National Biography ص970 مطبوعہ امریکہ

(تحریر شیخ عنائت اللہ: اردو دائرہ معارف اسلامیہ (Encyclopadea of Islam) جلد18)

وائل حلاق: شخصیت وافکار [1]

ڈاکٹر عبدالباسط

Basit.zafar@vu.edu.pk

حلاق کی فکر کا بنیادی نقطہ **فلسفہ اخلاق** کی دعوت ہے۔ اس کے لیے بطور ماڈل **اسلامی قانون** پیش کرتے ہیں۔ جبکہ فلسفہ اخلاق کا متضاد جدیدیت کو قرار دیتے ہیں۔ اسلامی قانون کو تاریخی تناظر میں پیش کرتے ہیں۔ اسی طرح جدیدیت کو بھی تاریخی تناظر میں پیش کرتے ہیں۔ تاریخی اعتبار سے ابتدائی تین صدیوں سے 14 ویں اور 15 ویں صدی تک اسلامی قانون کو فلسفہ اخلاق یعنی افراد کی اصلاح کے لیے موئثر قرار دیتے ہیں بعد ازاں اس پر استعماری اثرات کے آغاز کے قائل ہیں۔ اسی طرح یورپ کو 14 ویں اور 15 ویں صدی تک تاریکی دور میں گردانتے ہیں بعد ازاں نظریہ ترقی اور Enlightenment کے آغاز کے قائل ہیں۔ اس نظریہ ترقی کی بنیاد چونکہ فلسفہ اخلاق کی بیخ کنی پر تھی اس لیے اس نے جو اپنا نظام تشکیل دیا وہ انسانی دنیا کے لیے تباہ کن ہے۔ اوراس کے نتائج بھیانک ہوں گے۔ اس کے لیے تمام ماہرین کو جدیدیت کے درپیش مسائل کے حل کے لیے مل کر کام کرنے کے متمنی ہیں۔ اوراس سلسلہ میں بالخصوص اسلامی قانون سے مثبت چیزیں لینے کے خواہاں ہیں۔ مذکورہ بالا تمام نکات درست معلوم ہوتے ہیں ان سے اتفاق کرنا ممکن ہے۔ اس لیے میں نے ان سے گزارش کی کہ اسلامی قانون کی تاریخی کامیابی کے اقرار اور مستقبل میں اس سے استفادہ کی فکر رکھتے ہیں تو مسلمان ہونے میں کیا رکاوٹ ہے؟ گویا اسلام کی تعلیمات کی حقانیت ان پر واضح ہے۔ لیکن انہوں نے مجھے جواب دینے سے گریز کیا۔ 19-2018 سے ان سے رابطہ ہوا یہاں تک کہ میں نے 2023 میں ان کی فکر پر گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد سے پی ایچ ڈی کی ڈگری مکمل کی۔ 2022 سے کچھ معقول وجوہات کے سبب وہ مکالمہ آگے بڑھانے سے کتراتے ہیں۔

وائل حلاق کی فکر میں مسئلہ کہاں ہے؟ اسلامی سیاست واسلامی قانون کے لیے ان کی فکر کے مثبت پہلوؤں کے باوجود منفی چیزیں کونسی ہیں؟ یہ سوال انتہائی اہم ہے۔ انسانی فکر تغیر وارتقاء سے گزرتی ہے ممکن ہے ان کی فکر میں مزید تغیر سامنے آئے جیسا کہ بعض کتب میں انہوں نے اپنی سابقہ آراء سے منفرد آراء کے اپنانے کا اظہار کیا ہے (اسی بناء پر میری افکار میں بھی تغیر ممکن ہے) تاہم ان کی کتب کے جو ورژن مجھے میسر آئے ان کے مطابق ان کا سب سے بڑا مسئلہ اصطلاحات کے الگ الگ مفاہیم لینا اور اسلامی تعلیمات کو تاریخی، تدریجی اور انسانی تعبیرات متصور کرنا ہے۔ (جس پر میری ایک کتاب بنام "**شریعت اسلامیہ: فکر استشراق کا علمی محاکمہ** "زیر تحقیق ہے) اگرچہ انہوں نے روایتی استشراقی رویوں پر جاندار نقد کیا ہے

[1] میرے مضامین وآرٹیکلز کا مجموعہ مذکورہ نام سے زیر اشاعت ہے۔ سافٹ کاپیز درج ذیل لنک سے ڈاون لوڈ کی جاسکتی ہیں:

https://mrso.org.pk/category/wael-b-hallaq-introduction-critique/

تاہم اسلام کو بھی بطور اسلام نہیں سمجھا بلکہ محض ایک کامیاب نظام حیات کی حیثیت سے حسن نظر سے دیکھا ہے۔ اس لیے اسلامی قانون سے متعلق ان کے تدریجی وارتقائی تصورات میں فکری غلطیاں کافی ہیں جنہیں میں نے اپنے درج ذیل مضامین میں واضح کرنے کی کوشش کی ہے:

Sr. #	Topic	Name of Journal	HEC Journal Category
1.	An Introduction to Wael B Hallaq's Works and Thoughts	Al-Qamar Al-Qamar Islamic Research Institute, Lahore	Y https://alqamarjournal.com/index.php/alqamar/article/view/341
2.	A Critical Study of Wael B Hallaq's Understanding of Islamic Law	Al-Qamar	Y https://alqamarjournal.com/index.php/alqamar/article/view/981
3.	Modern State and Sharia" Basics, Contradictions and Their Solution'' (A Research Review of Hallaq's Ideas)	Journal of Positive School Psychology	X https://journalppw.com/index.php/jpsp/article/view/10975
4.	A critical study of Hallaq's theory of variation of Islamic law	Al-Qantara	W https://alqantarajournal.com/index.php/Journal/article/view/307
5.	سیاسی امور سے متعلق اسلامی اخلاقیات- حلاق کا خصوصی مطالعہ	Al-Qamar	Y https://alqamarjournal.com/index.php/alqamar/article/view/1127
6.	A research review of Hallaq's ideology about evolution of Islamic law in Prophetic Period (610C.E-632C.E)	Al-Qantara	X https://alqantarajournal.com/index.php/Journal/article/view/159
7.	A RESEARCH REVIEW OF HALLAQ'S IDEOLOGY ABOUT EVOLUTION AND DEVELOPMENT OF ISLAMIC LAW DURING CALIPH'S PERIOD (632C.E-670C.E)	Revista Espanola de Documentacion Cientifica	W https://redc.revistas-csic.com/index.php/Jorunal/article/view/135/101
8.	قرآنی تناظر میں قدیم وجدید معاندین اسلام کی فکری مماثلت (حلاق کے افکار کا خصوصی مطالعہ)	Acta Islamica	Y https://aisbbu.com/index.php/ai/article/view/192/128

9.	Islamic law and Oriental philosophy: A comprehensive diversion of ideological evolution (A special study of Hallaq’s thoughts)	Al-Mahdi Research Journal	Y https://ojs.mrj.com.pk/index.php/MRJ/article/view/207/239
10.	Theory of "Global Islamic State": A special study of Medinan Life of Prophet Muhammad PBUH (A response to Hallaq's impossible state)	Seerat Studies Research Journal	Y https://ojs.aiou.edu.pk/index.php/jss/article/view/2092
11.	حلاق کے نظریات کا تعارف و تجزیہ	Ideal Islamic Research Magazine	Y https://mrso.org.pk/2023/12/14/an-introduction-and-analysis-to-wael-b-hallaqs-ideas/
12.	سیاسی وانتظامی امور سے متعلق فلاح ملت کا اخلاقی فلسفہ (جدید ریاست کی اسلامائزیشن کے تناظر میں حلاقی فکر کا خصوصی مطالعہ)	Conference Paper	BZU
13.	رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی میں "تصورامت" کا تدریجی ارتقاء (وائل حلاق کے افکار کا خصوصی مطالعہ)	Conference Paper	PU

عربی زبان وادب اور مستشرقین

(تعارف)

مؤلف: ڈاکٹر حافظ سعید آحمد

(اس مضمون کی تیاری میں سید سلیمان ندوی کے مضمون سے مدد لی گئی ہے، یہ مضمون یونیورسٹی آف میانوالی میں منعقد ہونے والی کانفرنس کے لیے لکھا گیا تھا)

(1) عربی زبان وادب کی اہمیت

ریت کے لق ودق صحرا اور ٹیلے، اونٹوں اور گھوڑوں کی شوقین قوم اور احساس تفاخر میں ڈوبے ہوئے قبیلے ایسی زبان بولتے تھے، جو بادیہ نشینوں گلہ بانوں کے مافی الضمیر کے اظہار کا ذریعہ ٹھہری، مگر جہالت کے پیکر اور وتہذیب وتمدن سے کوسوں دور انسانوں نے اس کے بل بوتے پر غیروں کو عجمی تک کہہ دیا، یہ کیا چیز تھی؟

یہ عربی زبان تھی، وہی زبان جس نے انہی جہلاء کو دنیا کے سامنے مہذب ترین اساتذہ بنا کر پیش کیا، مگر کیوں؟ گوناگوں خصوصیات کی حامل اس زبان کے بارے میں سارے دنیا کی اس عظمت کے بارے میں رطب اللسان رہی، اس کے بیان میں اپنے تو اپنے غیر بھی اس کی تعریف کیے بغیر نہ رہ سکے۔

شاعری:

کسی قوم کے علمی، ادبی، ثقافتی، معاشرتی، معاشی، ذہنی اور قلبی رجحانات کو احاطہ علم میں لانے کے لیے شاعری سے بہترین کوئی صنف نہیں پائی جاتی، کیونکہ یہ صنف انسانی طبائع سے قریب تر ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کے واضح ثبوت موجود ہیں کہ دنیا بھر کے لٹریچر کی ابتداء شاعری ہوئی۔ بنیادی طور پر شعر کو یاد رکھنا آسان ہوتا ہے جبکہ نثر کو یاد رکھنا قدرے مشکل ہوتا ہے۔ شاعری کے ذریعے قومی روایات کا تحفظ ہوتا ہے۔ یہی معاملہ عربی زبان کا ہے۔ یعنی عربی ادب کی ابتداء شعر سے ہوئی، شعر اس وقت عروج کو چھو رہا تھا جبکہ نثر ابھی زمانے میں سانس لے رہی تھی، اس کے ذریعے سے ہم زمانہ جاہلیت تک کے عادات واطوار اور دیگر محاسن اور عیوب سے معلوم کر سکتے ہیں۔ عرب شاعری صرف ادبی لحاظ ہی سے اہم نہیں ہے بلکہ عربوں کا سرمایہ حیات ہی شاعری ہے۔

خطابت:

عربوں کو شاعری کی طرح نثر سے بھی فطری لگاؤ تھا اور جس طرح شاعر کا وجود قبائل کے لیے باعثِ غنیمت تھا، اسی طرح خطیب بھی ان کا بڑا اسہارا ہوتا کیونکہ وہ بادیہ نشین قبائل جو عموماً امی (ان پڑھ) ہوتے ہوئے کسی ضابطہ اور قانون کے پابند نہ ہوتے اور کسی ایک سربراہ کے جھنڈے

تلے جمع نہ ہوتے، ان کے لیے خطابت ضروری اور اس کا ملکہ ان میں فطری ہوتا۔ خصوصاً جمہور کے فنِ کتاب سے ناواقف ہونے کی وجہ سے خطابت کی حیثیت ثانوی ہوتی اور اولیت شعر کے حصے میں آئی۔ بہر حال خطابت شعر کی ہم پلہ نہ سہی مگر شروع ہی سے ایک خاص مقام کی حامل ضرور رہی ہے اور خطیب جب آلہ گفتار کو کام لاتا تو فصاحت وبلاغت کے دھارے پھوٹ پڑتے، خیالات کا سمندر امنڈ آتا جس میں گراں قدر جواہر کا تلاطم الفاظ کی صورت میں ٹھاٹھیں مار رہا ہوتا۔ عبارت نہ صرف فصیح ہوتی بلکہ مسجع اور مقفی رنگ میں رنگی ہوتی۔

قصیدہ:

(2) مستشرقین کی عربی زبان میں دلچسپی کب اور کیوں پیدا ہوئی؟

عہد رسالت مآب ﷺ میں مختلف مذاہب کے لوگ پائے جاتے تھے، ان میں یہودی و نصرانی بھی موجود تھے جو الہامی متون کی بنیاد پر کھڑے تھے گو کہ بعد کے ادوار میں ان میں تحریف اور بگاڑ پیدا کر دیا گیا تھا۔ قرآن مجید نے ان لوگوں کے عقائد اور نظریات کو رد کیا۔ اسی وجہ سے ان مذاہب کے پیروکاروں نے پیغمبر ﷺ کی دعوت کو مذہبی بنیادوں اور تکبر کی بنیاد پر مسترد کیا لیکن قرآن مجید کی دعوت کے سامنے ان کا کوئی حیلہ کارگر ثابت نہ ہو سکا اور اس کی دعوت اور پیغام روز افزوں ترقی کرتا گیا اور جغرافیائی حدود و قیود یعنی شرق و غرب سے ماورا ہو گیا۔

پہلے پہل اسلام اور یورپ کا ایک دوسرے سے تعارف اسپین اور جنوبی فرانس اور سسلی (اٹلی) میں ہوا، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یورپ کو اپنے ہمسایہ ترقی یافتہ قوم سے علوم وفنون حاصل کرنے کا موقع ملا، انقلاب سے پہلے یورپ کی عربی علوم وفنون سے دلچسپی کے محرکات علمی استفادہ کے لیے ہوتی تھی، لیکن انقلاب کے بعد فائدہ پیشِ نظر ہوتا تھا، یورپ کے انقلاب کی تاریخ 1800ء سے شروع ہوتی ہے، اس سے پہلے ہم ان علوم کا تذکرہ یورپ کی تاریخ میں ہمیں بارہویں صدی عیسوی میں ملتا ہے۔

سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں:

علمی حیثیت کے علاوہ نیز مذہبی حیثیت سے پادریوں اور مشنریوں کو عربی جاننے کی ضرورت تھی، اس لیے یورپ میں عربی زبان کی توسیع مشنریوں اور پادریوں کی کوشش سے بھی ہوئی، ان تمام کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب علمائے زبان عربی یورپ کے ہر حصہ میں موجود ہیں، یورپ کے کتب خانے عربی کی نادر تصنیفات سے مالا مال ہیں، خصوصاً پیرس (فرانس)، میڈرڈ (اسپین)، لیڈن (ہالینڈ)، آکسفورڈ انگلینڈ) اور لندن (انگلینڈ) کی لائبریریاں عربی کی علمی یادگاروں سے معمور ہیں۔

جب مستشرقین نے اسلام کو مصادر کے ذریعے سمجھنے کی کوشش کی تو انہوں نے عربی زبان کا اعلیٰ درجے کا فہم حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اس کے لیے انہوں نے عربی ادب کے مطالعے کا انتخاب کیا۔ زیرِ نظرؔ مقالے میں انیسویں صدی کے مستشرقین کے مطالعے کے انتخاب کی وجہ اس عہد میں علمی سرگرمیاں کا تعارف کروانا ہے، جب وسائل وذرائع کی قلت نے علم کے حصول کو مشکل بنا رکھا تھا، لیکن اس دور کے مستشرقین نے کس طرح تمام تر مشکلات پر قابو پایا اور علم کے نئے راستے کھولے۔ وہ اپنی زبان کے ادبی اثاثے کے بارے میں شدبد رکھتے تھے لیکن ایک غیر زبان کے ادبی

مواد یعنی مخطوطات کو ترجمہ کرنا اور اس کا تجزیہ کرنا جان جوکھوں کا کام تھا لیکن انہوں نے اس کے بارے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ اور یہ واضح کر دیا کہ لگن، محنت اور زندہ اقوام کا یہ وصف ہوتا ہے اور انتہائی معذرت سے یہ جملے مسلم معاشرے میں ادا کرنے پڑ رہے ہیں کہ اگر مستشرقین مسلمانوں کا علمی وادبی مواد منظر عام پر نہ لاتے تو کتنا ہی علمی مواد گوشہ خمول میں پڑا رہتا۔ وہ ہماری طرف سے سپاس کے مستحق ہیں کہ انہوں نے نا صرف ہمارے اسلاف کے مرتب کردہ مخطوطات کو محفوظ رکھا بلکہ اس کی حفاظت کے لیے نئے نئے طریقے دریافت کیے۔ اور جو لوگ علم وادب کی دنیا سے وابستہ ہیں، وہ اس بات کا بخوبی ادراک رکھتے ہیں اور وہ ہمارے قائم کردہ مقدمے سے کلی یا جزوی طور پر اتفاق کریں گے لیکن اس کے مکمل انکار کی کوئی وجہ ان کے سامنے نہ ہو گی۔

ذیل میں ہم ان کی خدمات کے بارے میں انیسویں صدی عیسوی میں مستشرقین کی خدمات کا تذکرہ کریں گے اور اس کے لیے چار ممالک کا انتخاب کیا ہے جن میں فرانس، جرمنی، انگلینڈ، ہالینڈ شامل ہیں۔ اور بات بیان کریں گے کہ ان ممالک میں عربی زبان وادب کے بارے میں کس طرح مستشرقین نے کام کیا(مقالے کے اس حصے کو لکھنے کے لیے سید سلیمان ندویؒ کے مضمون سے استفادہ کیا ہے، جس کے بارے میں انہوں نے صراحت سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے انیسویں صدی میں عربی زبان وادب کے لیے عربی زبان میں لکھی گئی کتاب: الادب العربیۃ فی القرن التاسع عشر الاب لوئس شیخو سے استفادہ کیا ہے۔ ان کے مضامین الندوہ 1911ء اور 1912ء میں شائع ہوئے تھے)

(4) عربی زبان وادب میں ان کی خدمات

فرانس

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ اسلام اور یورپ کا تعارف اول اول اسپین، جنوبی فرانس اور سسلی ملحقہ اٹلی میں ہوا، اس تعارف کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل یورپ کو اپنے ہمسایہ ترقی یافتہ قوم سے تحصیل علوم وفنون کا موقع ہاتھ آیا، انقلاب سے پہلے یورپ عربی علوم وفنون کی تحصیل استفادۃً کرتا تھا اور اب افادۃً کرتا ہے، یورپ کے انقلاب کی تاریخ 1800ء سے شروع ہوتی ہے، اس سے پہلے ہم ان علوم کا تذکرہ یورپ میں بارہویں صدی عیسوی میں پاتے ہیں۔(اسلام اور مستشرقین، جلد پنجم، ص27)

فرانس میں عربی زبان و ادب کے فروغ کے لیے جائزہ لینے کے لیے ضروری ہے کہ انیسویں صدی سے پہلے اس علاقے میں کون سے معروف مستشرقین اور ادارے پائے جاتے تھے اور ان کے کام کی نوعیت جاننا بہت ضروری ہے تاکہ اس سے معلوم ہو سکے کہ انیسویں صدی میں انہوں نے کس طرح کا کام کیا۔

پس منظر:

قبل انیسویں صدی عیسوی:

بشپ بطرس

یورپ میں سب سے پہلے جو شخص ہمیں عربی زبان وادب سے واقف جس شخص کا نام نظر آتا ہے، وہ بشپ بطرس کا ہے، وہ 1092ء میں پیدا ہوا اور 1156ء میں وفات پائی۔ اس نے اسپین کی سیاحت کی اور وہاں پر عربوں کے تہذیب وتمدن کا مطالعہ کیا، اور واپسی پر اس نے عربی وزبان ادب کی تصنیفات کی طرف خاص توجہ کی۔

گیرڈڈی کریمو

اسی زمانے میں ایک اور شخص کا نام نظر آتا ہے جو گیرڈڈی کریمو(Gerarddierim)کا نام نظر آتا ہے جو 1114ء میں پیدا ہوا اور اس کی وفات 1187ء میں ہوئی۔ یہ اسکالر عربی زبان سے مکمل واقفیت رکھتا تھا۔ اس نے رازی اور ابن سیناو غیرہ مشہور حکمائے عرب کی تصنیفات میں تقریباً ساٹھ گراں پایہ تصنیفات کا عربی سے لاطینی زبان میں ترجمہ کیا۔ یہ کتابیں تمام تر ریاضی، طب، ہئیت اور فلسفہ سے متعلق تھیں۔

خانقاہ کا کردار:

سینٹ ڈومینک

البرٹ اعظم

اس صدی میں جب سینٹ ڈومینک اور سینٹ فرانسیس کی خانقاہیں قائم ہوئیں تو وہاں کئی ایسے لوگ موجود تھے جو مشرقی زبانوں کو سیکھنے میں مشغول تھے، اول الذکر خانقاہ کے معروف عالم البرٹ اعظم(Albert)(1193ء۔1315ء)جب پیرس کے کالج میں ارسطو کی تصنیفات کا درس دیتا تھا تو وہ فارابی، ابن سینا، اور غزالی کی کتابوں کے حوالہ دیتا تھا۔

ریمنڈ لول

سینٹ ڈومینک کا ایک اور عالم ریمنڈ لولReymondlole(1235ء۔1315ء)یورپ کے مدارس میں مشرقی زبانوں کے زبردست حامیوں میں سے تھا، 1255ء سے ڈومینک کی خانقاہ کے راہبوں نے ایک منتظم اور باقاعدہ مدرسہ قائم کرنے کی کوشش کی جس میں سریانی، عبرانی ار عربی کی تعلیم دی جائے۔

سینٹ فرانسیس

میجل اسکاٹM.Scot

فرانس کی خانقاہوں کے راہب بھی علم شرقیہ سے کم دلچسپی نہیں رکھتے تھے، انہوں نے اپنے طلبہ کی ایک معقول تعداد عربی زبان کی تحصیل کے وقف کر دی تھی، ان میں ایک مشہور شخص میجل اسکاٹM.Scot ہے جس نے 1217ء میں طلیطلہ (اسپین) میں عربی زبان کی تکمیل کی ار بہت سی عربی تصنیفات کا اپنی زبان میں ترجمہ کیا۔

راجرس بیکنR.Bacon

ایک اور مشہور شخص انگریز راہب راجرس بیکنR.Bacon ہے جو الٰہیات اور طبیعیات میں یگانہ روز گار تھا، اس نے مشرقی زبانوں کے فروغ کے لیے اور عربی زبان کی اشاعت کے لیے قابل قدر کام کیا۔

درسگاہوں کا قیام:

رجحان میں تبدیلی:

انیسویں صدی عیسوی سے پہلے یورپ میں عربی زبان کے فروغ کے لیے تمام تر کاوشیں شخصی نوعیت کی تھیں یا زمانے کے زیرِ اثر تھیں، یورپین ممالک میں فرانس کو پہلا ملک کہا جاسکتا ہے جس کو مستشرقین کا مولدِ اول ہونے کا شرف حاصل ہے اور جہاں عربی علوم وفنون کے متعلق باقاعدہ اور منظم کوشش شروع ہوئی، حکومتِ فرانس نے 1795ء میں عربی، فارسی اور ترکی کی تعلیم کے لیے ایک درسگاہ قائم کی، یہ درسگاہ تمام یورپ کے مدارس شرقیہ کے لیے نمونہ ثابت ہوئی اور اس کے بعد یورپ کے مختلف ممالک میں مشرقی مدارس قائم ہوئے اور اسی طرز پر قائم ہوئے۔ اس درسگاہ کے قیام کے لیے سالوسٹر ڈی ساسی بڑا متحرک رہا، اس کی کاوشوں کے نتیجے میں اس کو حکومت کی طرف سے بیرن اور سے مستشرق اعظم کا لقب ملا۔

بیرون ڈی ساسی(1758ء-1838ء)

انیسویں صدی میں فرانس کے تمام مستشرقین میں بیرون ڈی ساسی نے سب سے زیادہ شہرت حاصل کی۔ ساسی مشرقیات میں پورے یورپ میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ اس کی کوششوں نے تمام یورپ کو مشرقی علوم وفنون کی طرف متوجہ کر دیا اور اس کے کئی شاگرد ابھرے جنہوں نے ادبیات مشرقیہ کی تالیف وتوسیع میں ممتاز کوششیں کیں۔

اس کو بچپن ہی سے علوم وفنون سیکھنے کا شوق تھا، یورپین زبانوں کی تحصیل کے بعد اس نے مشرقی زبانیں سیکھنا شروع کر دی، عبرانی، سریانی، کلدانی، سامری، عربی، فارسی اور ترکی زبانیں سیکھیں۔ ان میں سے اکثر زبانوں میں وہ بڑی مہارت رکھتا تھا خصوصی عربی وفارسی زبان میں اس کو کامل دسترس تھی۔

ڈی ساس کی تنہا کوشش سے 200 سے زیادہ مشرق تصنیفات منظر عام پر آئیں۔ ان میں سے اکثر ضخیم اور کثیر المعلومات ہیں ان میں عربی گرامر جو دو جلد میں ہے، منتخبات ادبیات عربی تین جلد، نوادر لغات، تاریخ عرب جاہلیت، کلیلہ ودمنہ، مقامات حریری مع شروح دو جلد، یہ کتابیں اس کی ادارت میں شائع ہوئیں۔

(1)جوزف ڈی گینے(J.Diguigna)

فرانس میں 18 صدی کی آخر میں جوزف ڈی گینیے جو172 میں پیدا ہوااور 1800 میں اس کی وفات ہوئی تھی یہ ایک مشہور مستشرق تھا یہ پیرس کی علمی درسگاہ میں سریانی زبان کا پروفیسر تھا۔ اس نے تاتاریوں، مغلوں اور ترکوں کی تاریخ پر پانچ ضخیم جلدوں میں لکھی۔

(2)انکیوٹل ڈوپران(Anquatil Duparan)

اس کی پیدائش 1721 میں ہوئی تھی اور 1805 میں اس فوت ہو گیا تھا، ابھی نوجوان ہی تھا کہ مشرقی زبانوں کا پروفیسر بن گیا اس کے بعد اس نے مشرقی ممالک کی سیاحت کی، ہندوستان کے قلمی نادر کتابیں جمع کیں۔ اور متعدد تصنیفات اہل ہند، اہل فارس اور عربوں کے متعلق شائع کیں، پہلا شخص ہے جس نے سب سے پہلے زردتشت کی مشہور تصنیف ژند اوستا اور بودھ کی بعض کتابوں کا فرنچ میں ترجمہ کیا۔

(3)ہربن A.Herban(1783ء۔1806ء)

اس نوجوان مستشرقین عربی زبان کے لغات کی اصل پر ایک کتاب لکھی، اور دو ڈکشنری ترتیب دیں، ایک عربی سے فرینچ میں ہے دوسرے فرنچ سے عربی میں۔ قدیم عربوں کے فن موسیقی اور اہل فارس کے لٹریچر پر بھی اس نے مضامین لکھے۔

(4)جاک برٹلمی(J.J.Bertulmy)(1716ء،1716ء)

جاک برٹلمی نے فنیشین اور تدمری عربوں کی قدیم یادگاروں کے متعلق مفید تحقیقات کیں۔ فرانسیسیوں کو مشرقی لٹریچر کے ساتھ جو دلچسپی تھی نپولین کے واقعہ فتح مصر سے اس میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا، نپولین 1797ء میں مصر کے قصد سے روانہ ہوا تو اس نے مشہور مستشرقین کو بھی اپنے ساتھ لے لیا، ان مستشرقین میں عربی زبان کی تحصیل کی اور جب وہ مصر سے اپنے وطن فرانس واپس آئے تو انہوں نے عربی زبان کو اپنے وطن میں خوب پھیلایا۔

(5)مسیوجورڈین(A.L. Jourdain)(1788ء۔1818ء)

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے کہ مشہور مستشرقین نے ایک ایسی جماعت پیدا کر دی تھی جو عربی و فارسی، ترکی، عبرانی اور دیگر سامی زبانوں کی تعلیم و اشاعت میں برابر مصروف تھی۔ مسیوجورڈین(A.L. Jourdain)(1788ء۔1818ء) نے ان سب سے زیادہ شہرت حاصل کی، اس نے ملک عجم اور خاندان برامکہ کی تاریخ لکھی، میر خونہ کی تاریخ پر ریویو لکھا، ملک شام میں شاہان یورپ اور عربوں کی جنگ کے عربی تاریخ کا فرنچ میں ترجمہ کیا ۔ ابھی دنیا اس نوجوان کے مزید فیوض کی منتظر تھی کوئی30 برس عمر میں اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

(6)انٹون لیوٹارڈ ڈی شازی(Chazy)(1773ء۔1831ء)

ڈی ساسی کے اس معروف شاگرد نے بھی مشرقی زبانوں کی واقفیت میں خاص شہرت حاصل کی تھی، اس نے عرب و عجم اور دوسری مشرقی قوموں کے متعلق متعدد مضامین فرانس کے سب سے مشہور علمی رسالہ میں لکھے تھے، اس کی تصنیفات میں سے تاریخ عجم، منتخبات ادب فارسی، منتخبات کتاب عجائب مخلوقات قزوینی۔

(7)جان جاک امانویل سیڈیلو(J.E.Sidillat)(1777ء۔1832ء)

وہ فرانس میں واقع درسگاہ میں مشرقی زبانوں کا معلم تھا۔ آخر میں وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر علم ہئیت کے مطالعے میں ہمہ تن مصروف ہو گیا تھا، اس نے ابو الحسن علی مراکشی کی کتاب جامع المبادی والغایات کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ کیا۔ جو آلات فلکیہ کے بیان میں ہے اس کے علاوہ اس نے ابن یونس اور ابو الوفاو غیرہ ہئیت دانان اسلام کی تصانیف کا فرانسیسی میں ترجمہ کیا۔ سیڈیلو نے مشرقی تاریخ اور مشرقی ریاضیات پر مضامین بھی لکھے ہیں۔

(8)کوسن دی پرسویوال(C.Dipercival)(1759ء۔1835ء)

پیرس میں قلمی تصنیفات کا ناظر تھا وہ پیرس ہی کی شاہی تعلیم گاہ میں عربی زبان کا پروفیسر تھا۔ اس کی ادارت میں عربی زبان کی متعدد کتابیں چھاپ کر شائع کیں۔ ان میں سے قابل ذکر حسب ذیل کتابیں ہیں۔ معلقات سبعہ، زیج حاکمی ابن یونس، کتاب الصور السماویہ عبد الرحمٰن صوفی، مقامات حریری، امثال لقمان، ضمیمہ الف لیلہ (دو جلد) تاریخ جزیرہ سسلی بعہد اسلام نویری، ابن یونس کی زیج حاکمی اور صوفی کی کتاب الصور السماویہ کا فرنچ میں ترجمہ کیا، یہ مؤخر الذکر دونوں کتابیں عربی زبان میں علم ہئیت کی نادر تصنیف ہیں۔

(9)جوبیر(Surre Amedu Jaubert)

اسی عہد میں ڈی ساسی کے بعض شاگردوں نے بھی شہرت حاصل کی جن میں ایک شخص جویر ہے(Surre Amedu Jaubert) ہے۔ جو پیرس میں مشرقی زبانوں کا پروفیسر تھا اور مترجم کی حیثیت سے نپولین اول کے ساتھ مصر گیا تھا، آرمینیہ اور ممالک عجم کی اس نے سیاحت بھی کی تھی، اس نے ان ملکوں کا سفر نامہ بھی لکھا ہے، ترکی اور فارسی میں اس کی متعدد تصنیفات ہیں، شریف ادریسی کے جغرافیہ کا اسی نے دو جلدوں میں فرنچ میں ترجمہ کیا۔ یہ دونوں جلدیں 1836ء سے پیرس میں چھپنی شروع ہوئیں اور 1840ء میں چھپ کر مکمل ہوئیں، جو بیر نے تاریخ شہر خانہ کا بھی فرنچ میں ترجمہ کیا۔

(10)فلجانس فرنیل

فرانس 1850 سے لے کر 1880 تک کے دور کا مطالعہ کرتے ہیں تو ڈی ساسی کے شاگردوں سے معمور رہا جو علوم مشرقیہ کے ترقی اور تحفظ میں اپنے استاد کے قدم بہ قدم چل رہے تھے ان میں ایک اور شخص فرنیل(Farnail) بھی ہے اس کا سال پیدائش 1795 ہے۔ ابھی اس کا عنفوان شباب تھا کہ اس کو علوم مشرقیہ کی تحصیل کا شوق پیدا ہوا۔ 1837 میں اس کو حکومت فرانس نے اس کو جدہ میں اپنا کونسل بنا کر بھیج دیا۔ وہ 1852 میں علمائے علم الآثار یعنی ارکیالوجی کی توجہ بابل کے قدیم آثار اور یادگاروں کی طرف منعطف ہوئی اور اس کے لیے علمی وفد بھیجا گیا، فرنیل اس کا سرگروہ مقرر کیا گیا، وہ بغداد میں آکر تین برس تک اپنے فرائض کی ادائیگی میں مصروف رہا، 1895 میں دار الحکومت عراق میں اس نے وفات پائی فرنیل

نے متعدد اپنے علمی کارنامے اپنی یاد گار چھوڑے، اس نے شنفری کے مشہور قصیدہ لامیۃ العرب کا اپنی زبان میں ترجمہ کیا، عرب جاہلیت کی تاریخ میں چند رسالے لکھے قدیم حمیری قبائل کے کتبوں پر جو یمن کے کھنڈروں میں پائے جاتے تھے، ان پر مضامین لکھے

(11) ایٹین کارٹیمر

اس عہد میں فرنیل سے بھی زیادہ مشہور مستشرق ہے جو گوڈی ساسی کا شاگرد تھا لیکن شہرت میں اس سے کسی طرح کم رتبہ نہ تھا کارٹیمر 1782 میں پیرس میں پیدا ہوئے اور 1857 میں جب ہندوستان مبتلائے آفات تھا، وفات پائی۔ ڈی ساسی نے مشرقی علوم کی تعلیم پائی تھی ابھی نوخیز تھا کہ فرانس کے پبلک کتب خانے کا لائبریرین مقرر ہو گیا، اس کے بعد جب کہ وہ ابھی 20 سال کا نہیں ہوا تھا کہ کالج کا پروفیسر ہو گیا، 1815 میں فرنچ اکیڈمی کا ممبر منتخب ہوا پھر گورنمنٹ نے اس کو اپنی تعلیم گاہ میں عبرانی، سریانی، کلدانی اور فارسی زبانوں کو پروفیسر مقرر کیا، اس تعلیم گاہ میں مشرقی زبانوں کی تدریس میں اس نے ایسی شہرت حاصل کی۔ کہ ڈساسی کے انتقال کے بعد اس کا جانشین ہو گیا اس کی اپنی تالیفات کے علاوہ اس کے حواشی اہتمام سے جو مشرقی کتابیں شائع کی گئیں، ان کی تعداد 100 سے زیادہ ہے عربی زبان کی متعدد کتابیں اس کی یاد گار ہیں جو صحت وحسن طبع کے لحاظ سے عدیم النظیر ہیں۔ اس میں مقریزی کی تاریخ المالیک (مصر کے غلام بادشاہوں کی تاریخ) کا چار جلدوں میں ترجمہ کیا اور اس پر حواشی لکھے، مصر کے مشتبہ اور مبہم جغرافیائی اور تاریخی واقعات کی تحقیقات کی تحقیق دو جلدوں میں کی، نبطی قوم اور اس کے آثار قدیمہ کے متعلق ایک کتاب تصنیف کی۔ مقدمہ ابن خلدون کو تین حصوں میں اہتمام سے شائع کیا، علامہ میدانی کی ضرب الامثال اور سلطان صلاح الدین اور نور الدین کے حالات میں تاریخ الروضتین کا انتخاب شائع کیا۔ عرب مورخین اور جغرافیہ نویسوں پر طول طویل مضامین لکھے، بدویوں کے اخلاق وعادات پر مضامین لکھے، رشید الدین کی تاریخ مغل کا ترکی میں ترجمہ شائع کیا۔ اس کے علاوہ قبطی، بابلی زبانوں، اہل ہند، اہل افریقہ اور یہودیوں کی تاریخ وادب اور آثار قدیمہ پر اس کی تصنیفات یادگار ہیں۔

(12) گرنگرٹ ڈی لاگیر گیر یخ (17090ء-1859ء)

ڈی ساسی کا مشہور شاگرد گرنگرٹ ڈی لاگیر گیر یخ ہے۔ عربی اور فارسی زبانوں کی تکمیل کے بعد حکومت نے پبلک پریس کی مشرقی مطبوعات کی تصحیح کی خدمت اس کے سپرد کی عربی زبان کے نظم ونثر کے منتخبات کا اس نے ترجمہ کیا۔ اور ان کا ایک مجموعہ چھاپا، متنبی اور ابن فارس کے کلام کے انتخاب کیا اور اس پر حواشی لکھے اور اس کا فرنچ میں ترجمہ کیا، مسلمانانِ اندلس کی تاریخ لکھی، عربی شاعری پر جو لوگ اعتراضات کرتے تھے ان کے تشفی جوابات دیے۔

(13) نوئل ڈی ور جس (1805ء-1868ء)

اسی زمانے میں فرانسیسی مستشرقین کے گروہ میں ایک اور باکمال مستشرق ابھرا جس کو دنیا نوئل ڈی ور جس کے نام سے جانتی ہے۔ اس نے متعدد عربی تصنیفات شائع کیں، ان میں سے دو کتابیں ہیں تاریخ ابی الفدا اور تاریخ بنی الاغلب (شاہانِ سسلی) منتخب از تاریخ ابن خلدون، ڈی ور جس کے استاد ڈی بر سوال نے عرب جاہلیت کی تاریخ لکھی تھی، ور جس نے اس کا انتخاب کیا اور اس پر خلفاء اور شاہان مغل کی تاریخ کا اضافہ کیا۔

(14)جوزف رینارڈ(1795ء-

ڈی ساسی سے اس نے شرفِ تلمذ حاصل کیا، یہ ابتدا سے آخر تک اپنے استاد کی طرح مشرقی علوم کی ترقی وتحفظ میں کوشاں رہا، تعلیم کے بعد پیرس کے قلمی کتب خانہ کا ناظر ہوا، 1838 میں ساسی کی وفات کے بعد زندہ السنہ مشرقیہ کی درسگاہ میں پروفیسر مقرر ہوا۔ 1868 میں اس درسگاہ کا پرنسپل ہوا اور آخر زندگی تک اس عہدے پر مامور رہا، جوزف رینوں نے اپنی زندگی میں مشرقیات کے متعلق بڑی خدمات انجام دیں، کونٹ ڈی بلاکس کا عجائب خانہ فرانس میں بہت مشہور ہے۔ اسلامی تمدن کی بہت سی یادگاریں یہاں محفوظ ہیں۔ رینارڈ نے اس عجائب خانہ کی اسلامی یادوگاروں کی تحقیقات میں دو جلدوں میں ایک کتاب مرتب کی، مسلمان مؤرخین نے حروب صلبیہ کے متعلق جو کچھ لکھا، اس کا فرنچ میں ترجمہ شائع کیا اور اس پر مفید وجامع مقدمہ اور حواشی لکھے، اس کے علاوہ تمام مشرقی لٹریچر پر عموماً اور عربی لٹریچر پر خصوصاً اس کے بڑے گراں بہا احسانات ہیں۔

(15)سلیمان مونک

مذہب کے لحاظ سے یہودی اور فرانسیسی قوم سے تعلق رکھتا تھا اس کی جائے پیدائش ملک پروشیا ہے، عبرانی زبان یہودی علماء سے اپنے وطن حاصل کی۔ 1828 میں فرانس آیا اور ڈی سی ساسی اور کارتیمر سے عربی، فارسی اور سنسکرت سیکھی۔ اور تینوں زبانوں میں کمال درجہ حاصل کیا، کریمیو وزیر حکومت فرانس کی ہمراہی میں اس نے ملک مصر کی سیاحت کی۔ پھر تصنیف و تالیف اور تعلیم و تدریس میں مصروف ہو گیا اور اخر میں وہ بنیائی سے محروم ہو گیا اور اسی حالت میں وہ بیس سال زندہ رہا۔ اس دوران میں اس کی علمی مشغولیت برابر جاری رہی، عبرانی، فارسی اور عربی زبان میں اس کی تصنیفات خاص طور پر قابل ذکر ہیں اس زمانے میں اس دنیا کے ایک بڑے حصے کی تمدنی تعلیمی اور علمی زبان عربی تھی حکماء یہود نے عربی میں کئی علمی اور مذہبی کتابیں لکھیں اور سلیمان نے ان کو شائع کیا اور ان کا فرنچ میں ترجمہ کیا اس سلسلے کے دو کتابیں یہ ہیں: ابن میمون کی دلائل الحائرین اور ابن جبرون کی معین الحیات، اس کے علاوہ اس نے عربی اور عبرانی شاعری پر رسائل لکھے، فلسطین کی تاریخ لکھی جو درحقیقت یہودیوں کا مولد و مسکن ہے، اہل عرب اور اہل ہند کے فلسفہ کے تشریح کی، مقامات حریری کا فرنچ میں ترجمہ کیا، فنیشین قوم اور ان کے آثار قدیمہ اور کتابوں پر مضامین تھے جو سواحلِ شام میں دریافت ہوئے تھے۔

(16)لوئی جاک برنیر(1814ء-1869ء)

الجزائر (الجیریا) میں ایک فرنچ مستشرق نے عربی زبان کی تعلیم و تدریس میں خاص شہرت حاصل کی، اس کا نام لوئی جاک برنیر ہے، برنیر نے بڑے بڑے جلیل قدر مستشرقین سے عربی زبان کی تعلیم حاصل کی۔ الجزائر کے دارالحکومت میں 33 سال تک عربی زبان کا استاد رہا۔ اس کی کوششوں کے نتائج عربی زبان کی تعلیم کے لیے اس کی چند کتابیں ہیں جن سے الجزائر کے ان طلباء کو جو صحیح اور فصیح عربی پڑھنا چاہتے ہیں بڑی مدد ملی۔ صرف ونحو و عروض پر اس کے متعدد رسالے ہیں عوامی عربی زبان پر اس نے مضامین لکھے عربی صرف ونحو کی متعدد کتابوں کا فرنچ میں ترجمہ کیا جن میں سے ایک کتاب اجرومیہ ہے جس کی تعلیم مصر و شام میں ہدایۃ النحو اور کافیہ کی طرح عام ہے۔

(17)کمبریل(Cumbrail)

پروفیسر موصوف نے بھی عربی زبان کی تعلیمی کتابوں کے تالیف وترجمہ میں غیر معمولی شہرت حاصل کی ہے،اس کے علمی زندگی کا زمانہ 1845اور1865کے درمیان ہے۔

(18)برسٹین کازمرسکی

فرانس کے مستشرقین میں سے ایک باکمال مستشرق گزرا ہے۔یہ پولینڈ میں پیدا ہوا اور فرانس میں سکونت اختیار کی،اس کے اہتمام میں مفید مشرقی تصنیفات شائع ہوئیں۔اس کا عظیم الشان کارنامہ یہ ہے کہ اس میں قران مجید کو نہایت اہتمام سے فرنچ میں شائع کیا،کیا یہ ترجمہ سلاست اور روانی کی حیثیت فرانس کے علمی حلقوں میں مشہور ہے۔کازمرسکی نے عربی اور فرنچ ڈکشنری بھی تالیف کی۔جس کے حسن قبول کی دلیل یہ ہے کہ پیرس میں چھپنے کے بعد اس کا ایک ایڈیشن مصر میں چھاپا گیا۔

(19)مسیو پیرون

عربی زبان کے عشاق میں مسیو پیرون کا بھی نام ہے جس نے کثیر التعداد عربی تصنیفات چھاپ کر شایع کیں،عربی کتابوں کا فرنچ میں ترجمہ کیا۔1832 میں عربی زبان کے اصول و قواعد میں ایک کتاب تالیف کی،اور ان کے منتخب کلام اپنی زبان میں ترجمہ کیا۔اس کے علاوہ حسب ذیل کتابوں کا بھی فرنچ میں ترجمہ کیا۔کتاب سیف التجان،محمد تیونیسی کا سفر نامہ در فور(واقع افریقہ)سیوکی کی طب نبوی،شعرانی کی کتاب المیزان(فقہ)،ابو بکر بن بدر کی کامل الضاعتین(ادب وبلاغت)کے موضوع پر ہے۔خلیل بن اسحاق مالکی کے کتاب المختصر جو فقہ کے موضوع پر ہے اس کا نام مختصر ہے لیکن یہ چھ برس کی محنت میں 1854 میں سات جلد میں شائع ہوئی۔میسیو بیرون نے اس کتاب پر تعلیقات اور حواشی بھی لکھے۔

(20)کلیمن مولٹ

مستشرقین میں پروفیسر کلیمن مولٹ بھی خاص پایہ رکھتے ہیں جنھوں نے عرب کے علوم وفنون میں صرف فن زراعت کا اپنے لیے انتخاب کیا۔عربوں کے فن زراعت اور اس کے موجودہ آثار اور یادگاروں پر ان کی تصنیفات مشہور ہیں۔ابن العوام اشبیلی کی کتاب الفلاحات کا دو جلدوں میں فرانسیسی زبان میں ترجمہ کیا اور اس پر مفید حواشی لکھے،اصل کتاب 1802 میں میڈرڈ جو سپین کا پایہ تخت ہے،میں چھپ چکی تھی۔فرنچ ایشیاٹک سوسائٹی کے جرنل میں موسیو مولٹ کے قلم سے عربوں کے موالید ثلثہ یعنی علم جمادات،علم نباتات اور علم حیوانات پر بڑے پر مغز اور معلومات سے لبریز مضامین بھی نکلے ہیں۔اس کا سن وفات 1870 ہے

1870سے لے کے 1880تک

(21)کوسن ڈی پریسوال(1795ء۔1871ء)

فرانس کا سب سے پہلا قابل ذکر مستشرق اس عہد میں کوسن ڈی پریسوال ہے 1795 پیدا ہوا اور 1871 میں اس کی وفات ہوئی اور اس شوال کو اپنی نوجوانی ہی میں مشرقیات کے ساتھ شغف تھا،حکومت فرانس نے اسی لیے اس کو ترجمان کی حیثیت سے قسطنطنیہ بھیجا۔اور وہ پھر وہاں سے سمرنا گیا۔تین

سال تک ملک شام کی سیاحت کی۔ اس سیاحت کے دوران میں اس کو عربی زبان کے لغت دارجہ کی تکمیل کا موقع ملا۔ اس کی گرامر لکھی۔ اس کے بعد حکومت فرانس نے اس کو اپنے سرکاری کالج میں عربی کی پروفیسری کے لیے پیرس بلالیااب اس کو تصنیف وتعریف کا کافی موقع ملا اس موقع سے اس نے خوب فائدہ اٹھایا عرب کی قدیم تاریخ تین جلدوں میں ترتیب دی۔ یہ تاریخ اس نے اس تحقیق اور وسعت سے لکھی کہ نہ اس سے پہلے ایسے لکھی گئی نہ اس کے بعد ایسی لکھی گئی۔ لوگوں نے اس کتاب کی اس قدر قدر کی کہ اس کا پورا ایڈیشن ختم ہو گیا اور ایک ایک نسخہ سوا دو دو سو روپے میں بکا۔ اس کتاب کے علاوہ پرسیوال کی اور تصنیفات ورسائل بھی ہیں جن میں ایک مشہور رسالہ عرب ماہرین موسیقی کے متعلق ہے۔

(22)لولیس امالی سیدیو

ایک اور مستشرق فرانس میں موجود تھا، جس کا نام لولیس امالی سے ہے، جس نے مشرقیات کی تعلیم حاصل کی مشرق کے کتب خانوں کی سیر کی اور اپنے مذاق کی مادر کتابیں طبع واشاعت کے لیے بہم پہنچائیں۔ ان میں ایک کتاب ابوالحسن علی مراکشی کی علم آلات فلکیہ میں جامع المبادیات والغایات شائع کی ۔ اس کا فرنچ میں ترجمہ کیا۔ اس کے علاوہ فن ریاضیات میں احمد بن محمد بخاری اور امام مظفر السقراوی کے رسائل شائع کیے، یونانی وعربوں کے فن ریاضیات کی تاریخ لکھی جن میں ان دونوں قوموں کے فن ریاضیات کا باہم موازنہ کیا اور عربوں کو ترجیح دی عربوں کی فتوحات اور علوم وفنون کے ضخیم تاریخ لکھی جس کا خلاصہ علی پاشا مبارک وزیر تعلیمات مصر نے عربی میں کرایا اور اس کا نام خلاصہ تاریخ العرب رکھا، عربوں کے ایجادات واختراعات ومسائل کو اس نے عربوں کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا کہ دشمنوں کو یقین نہیں آتا۔ اس مستشرق کی وفات 1875 میں ہوئی۔

(23)جول موہل

18 عیسوی میں جول موہل جرمنی میں پیدا ہوا اور فرانس میں تعلیم پائی اور اپنی تعلیم کی وجہ سے اس ملک سے اس کو ایسی دلچسپی پیدا ہوئی گویا وہ بالکل فرانسیسی ہو گیا، یوں تو اس نے مشرقیات کے ہر موضوع پر کچھ نہ کچھ لکھا لیکن فارسی زبان کا زیادہ شوق رکھتا تھا۔ پیرس سے فردوسی کا شاہنامہ سات جلد میں نہایت اہتمام سے شائع کیا۔ اور اس کا فرنچ میں ترجمہ کیا۔ اس پر حاشیہ لکھا اور 1876 میں وفات پائی۔

(24)گارسن ڈی ٹاسی(1714ء-1878ء)

اسی زمانے کی ایک اور مشہور مستشرق گارسن ڈی ٹاسی ہے۔ وہ معروف مستشرق ڈی ٹاسی کا شاگرد تھا۔ تمام مشرقی زبانوں میں اس اس کو نہایت دلچسپی تھی۔ اور ان دونوں زبانوں میں اس کے تصنیفات ہیں اس کی تصنیفات میں سے مجموع الرموز الشرقیہ ایک تاریخی انسائیکلوپیڈیا ہے، جس میں اس نے عربوں کی اور مشرقی قوموں کی تاریخ لکھی اور ان کی یادگاریں جمع کیں، اس نے اس کتاب کو فرنچ میں بھی ترجمہ کیا۔ عروض وقوافی اور بیان وبدیع میں دو کتابیں لکھیں، ابن غانم مقدسی کی کشف الاسرار عن حکم الطیور والازہار کو فرنچ ترجمہ کے ساتھ شائع کیا، کتاب کے نام سے ظاہر ہو رہا ہے کہ مصنف نے اس میں پرندوں اور پھولوں کی حکمت پر بحث کی ہو گی۔

(25)مسیوڈی سلیس

اس نے عربی زبان کے کئی قیمتی خدمات سر انجام دیں، اس نے بلاد مغرب وبربر کی تاریخ کا مطالعہ کیا اور چھ جلدوں میں اس کی مبسوط تاریخ لکھی، مقدمہ ابن خلدون کا فرنچ میں ترجمہ ڈی کاٹر مرنے شروع کیا تھا، اس نے چھ جلدوں میں پورا کیا۔ تین جلدیں اصل عربی زبان میں اور تین فرنچ زبان میں، اس کی علمی وادبی زندگی کی سب سے بڑی یادگار یہ ہے اس نے پیرس کی پبلک لائبریری کی قلمی کتابوں پر تبصرہ لکھنا شروع کیا جس کی تکمیل کی موت نے اس کو مہلت نہ دی اور یہ کام ناتمام رہ گیا، پھر اس کے بعد مسیوز ٹبرگ نے پورا کیا۔

جرمنی

(1)جان جاک ریسک(J.J Reisike)(1716ء-1774ء)

جرمنی کے اس نامور مستشرقین نے عربی زبان کا ایک قابل قدر حصہ چھاپ کر شائع کیا، اس میں مقامات حریری، تاریخ ابوالفداء اور معلقہ طرفہ شامل ہے، اس نے ان کتابوں کا لاطینی زبان میں ترجمہ کیا اور ان پر حواشی لکھے۔

(2)جان ڈیوڈ میکائیل(J.D Michaelis)(1717ء-1790ء)

یہ مستشرق گوتھا میں سامی زبانوں کا معلم تھا، اس نے عبرانی، سریانی اور عربی زبانوں میں بہت سی مفید تصنیفات لکھیں، ان میں سے ایک تصنیف سامی زبانوں کے اصول ادبیات کے متعلق ہے۔

(3)جے ولمٹ(Walmet)

جرمنی میں انیسویں صدی میں جو مستشرق پیدا ہوئے، ان میں ایک جے ولمٹ ہے، اس نے ایک عربی لاطینی ڈکشنری ترتیب دی، 1814ء میں لبید کے قصیدہ کا اور 1816ء میں عنترہ کے قصیدہ کا جرمن زبان میں ترجمہ کیا اور ان پر نوٹس اور حواشی لکھے۔

(4)کارل روڈلف سپئیر(C.R.Speir)

اس دور کا دوسرا جرمن مستشرق ہے، اس نے مقاماتِ حریری کے اکثر حصوں کا لاطینی میں ترجمہ کیا اور لبید کے معلقہ پر حاشیہ لکھا

(5)کارل تھیوڈر جانسن(C.T. Jhanson)

اس نے شہر زبید واقع یمن کی تاریخ موسوم بہ بغیۃالمستفید فی اخبار زبید کا عربی ترجمہ کیا اور 1828ء میں اس کو یونا سے شائع کیا، یہ کتابیں زبید کی نہایت عمدہ تاریخ ہے جو دسویں صدی ہجری کے ایک مشہور یمنی عالم سیف الاسلام بن ذی یزن کی تالیف ہے۔

(6)فرڈریک روزن مولر(E.F.k.Rodenmuller)(1767ء-1835ء)

انیسویں صدی کے پہلے نصف میں جرمنی میں عربی زبان وادب کے حوالے سے اسی طرح ترقی ہوئی جس طرح فرانس میں ہوئی تھی، فرڈریک روزن مولر(E.F.k.Rodenmuller)نے 1767ء میں پیدا ہوا اور اس کی وفات 1835ء میں ہوئی۔ وہ مشرقی زبانوں کا پروفیسر تھا، اس نے لاطینی زبان

میں عربی زبان کی گرامر لکھی، عربی علوم وفنون کے منتخب مضامین ورسائل کا ایک مجموعہ مع لاطینی ترجمہ کے تین جلدوں میں شائع کیا، زہیر کا معلقہ حریری کے بعض مقامات اور میدانی کے امثال کا ایک ٹکڑا لاطینی میں ترجمہ کیا۔

H.J.K. Prath(7)

1835ء میں اس نے وفات پائی۔ اس نے مشرقی زبان کی تحصیل کے لیے روس اور دیگر یورپین ممالک کا سفر کیا، فراغت کے بعد جب وطن واپس آیا تو گورنمنٹ نے اس کو مشرقی زبانوں کا پروفیسر مقرر کر دیا۔ اس کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے تمام مشرقی زبانوں کا تقابل کیا اور ان میں باہم اتحاد واشتراک ثابت کیا۔ سامی زبانوں کے اصول پر بھی اس نے کامل بحث کی، مشرقی اقوام کی تاریخ اور لٹریچر پر چند کتابیں لکھیں، وہ مشرقی زبانوں عمومی طور پر اچھی طرح جانتا تھا۔

(8)ہابیکٹ C.M.Habiechat)(1775ء۔1839ء)

موصوف 1775ء میں پیدا ہوا، یہ جرمنی کے ایک شہر گوبروسلو کا رہنے والا تھا، لیکن وہ فرانس کا تربیت یافتہ تھا، علوم مشرقیہ میں ڈی ساسی کا شاگرد تھا، وطن میں واپسی کے بعد وہاں مشرقی زبانوں کا استاد مقرر ہوا۔ اس نے اپنے اہتمام و تصحیح سے عربی رسائل کا ایک مجموعہ شائع کیا، جن کی اصل مراکش (مراکو) مصر اور شام کے کاتبوں کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے، اس مجموعہ کا اس نے لاطینی میں ترجمہ کیا۔ میدانی کے ضرب الامثال کا انتخاب بھی حواشی اور تعلیقات کے ساتھ اس نے چھاپے۔ اس کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے سب سے پہلے الف لیلہ کو 1825ء میں چھاپنا شروع کیا اور اس کی زندگی میں اس کے آٹھ حصے شائع ہوئے۔ بقیہ حصے ایک دوسرے مستشرق قلی شی آیر نے چھاپ کر پورے کیے، ہابیکٹ نے اپنے شاگردوں ہاگن اور شال کی مدد سے الف لیلہ کا جرمن زبان میں ترجمہ کیا۔ اس نے 1839ء میں وفات پائی۔

(9)گیزینیوس H.W.Gesenius)

اس کو بچپن ہی سے سامی زبانیں سیکھنے کا شوق تھا، بالآخر سامی زبانوں کا امام بن گیا، سریانی، کلدانی، فینقی، حمیری، سامی، عبرانی اور عربی زبانوں سے واقف تھا، خصوصاً عبرانی زبان میں اس کو ید طولیٰ حاصل تھا، تین جلدوں میں اس نے عبرانی کی ضخیم ڈکشنری لکھی، جس کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔

(10)ایچ۔جی۔پولوس(H.G.Paullus)

پولوس گو ملحد تھا لیکن اس کو تورات کی تفسیر پر بڑا عبور حاصل تھا، سعدی نام کے ایک عالم جو مصر کا باشندہ تھا، اس نے مسیحی کتب مقدسہ کا نویں صدی عیسوی میں عربی میں ترجمہ کیا تھا، پولوس نے اس کو چھاپا تھا اور اس پر نوٹ لکھے۔ عربی زبان کے قواعد پر لاطینی زبان میں ایک رسالہ تالیف کیا۔

(11)سی۔ایم۔فراہن(C.M Frahin)(1782ء۔1851ء)

وہ روسٹک میں 1782ء میں پیدا ہوا اور 1851ء میں وفات پائی۔ فراہن کو مشرق کے قدیم سکوں کی شناخت اور تاریخ میں کمال حاصل تھا، اس کی تالیفات کی تعداد دو سو سے زیادہ ہے، اس نے عربی زبان کی متعدد کتابیں شائع کیں۔ اور ان کا لاطینی میں ترجمہ کیا، جن میں قابلِ ذکر کتابیں درج ذیل ہیں:

عرب سیاح ابن فضلان کا سفر نامہ روس مع ترجمہ جرمن

مسلمان جغرافیہ نویس شمس الدین الدمشقی کی کتاب تحفۃ الدھر فی عجائب البر والبحر

ابن الوردی کا جغرافیہ مصر،

منتخب از فریدۃ العجائب

فراہن نے ابن فضلان کے سفر نامہ کے ساتھ دیگر عرب جغرافیہ نویسوں اور سیاحوں نے روس قدیم کے متعلق جو کچھ لکھا اس کو بھی بطور ضمیمہ کے شائع کر دیا۔

(12) جارج ولیم فریٹاگ (1788ء۔

اس دور میں تمام جرمن مستشرقین میں جارج ولیم فریٹاگ نے سب سے زیادہ شہرت حاصل کی وہ 1788 میں پیدا ہوا اور 1861 میں وفات پائی، موصوف ہمت و محنت اور ہمت و استقلال کا مجموعہ تھا پیرس میں ڈی ساس نے مشرقی زبانوں کے تعلیم حاصل کی، 1819 میں ایک کالج میں مشرقی زبانوں کا معلم مقرر ہوا، اسی زمانے سے لے کر اپنی آخری عمر تک وہ نہایت محنت اور جفاکشی کے ساتھ عربی زبان کی نادر تصنیفات کے طباعت واشاعت میں مصروف رہا اس کی خاص تصنیفات میں سے چار ضخیم جلدوں میں ایک عربی لاطینی ڈکشنری ہے جو اس کی سات برس کی متصل پیہم کوششوں کا نتیجہ ہے، اس کی جفاکشی کے یہ حال ہے کہ وہ 11 گھنٹے تک مسلسل درس دیتا تھا جس کے درمیان ایک لحظہ بھی آرام نہیں کرتا تھا فریٹاگ وہ شخص ہے جس نے ابو تمام کے حماسہ کو جو عربی لٹریچر کا خزانہ ہے مع شرح تبریزی چھاپ پر شائع کیا اور اس کا تمام و کمال لاطینی میں ترجمہ کیا، عبد الطیف بغدادی کا تذکرہ اور کمال الدین کی تاریخ حلب، ابن عرب شاہ کی فاکہۃ الخلفاء کو شائع کیا اور اس کا لاطینی میں ترجمہ کیا اور ان پر حواشی اور نوٹ لکھے، میدانی کی ضرب الامثال کو چار جلدوں میں نہایت اہتمام سے چھاپا، اس کا ترجمہ کیا اس پر نوٹ لکھے اور اس کا کئی حیثیت سے انڈکس تیار کیا، میدانی سے جو ضرب الامثال لکھنے سے رہ گئے تھے ان کا اضافہ کیا، عربی زبان کے فن عروض پر جرمن زبان میں ایک مفصل رسالہ لکھا، جو عربی زبان کے منتخبات نظم و نثر کا مجموعہ چھاپا۔ اس کو دنیا سے رخصت ہوئے پچاس برس گزر گئے مگر اب تک اس کا نام جرمن مستشرقین کے نزدیک محنت و جفاکشی کی زندہ تصویر ہے۔

(13) جان گڈ فریڈ سگارٹن

جان گڈ فریڈ سگارٹن ان جرمن مستشرقین میں سے ہیں جن کا نام علم کی دنیا میں ہمیشہ فضل و احترام کا مستحق رہے گا اس میں موصوف کا نام بھی شامل ہے بروسیا میں 1792 میں پیدا ہوا، گریس والڈ کی مشہور درسگاہ میں تعلیم پائی ابتدائے تعلیم سے عربی زبان کا دلدادہ تھا اس لیے اس کے باپ

نے اس کو ڈیساسی کے سپرد کر دیا جس کی آغوش تعلیم میں یہ پل کر جوان ہوا۔ عربی زبان کی تکمیل کے بعد ترکی اور فارسی زبانوں کی تعلیم حاصل کی۔ تعلیم کے فارغ ہو کر مشرقی زبانوں کی ترقی و اشاعت میں مشغول ہوا پیرس کی قلمی کتابوں کی نقلیں لیں اور اپنے وطن پہنچ کر ان کا ایک حصہ شائع کیا ،شائع ہونا تھا کہ ملک نے حسن قبول کی سند عطا کر دی والڈ کی درسگاہ نے جس کا یہ تربیت یافتہ تھابحیثیت معلم کے اس کو اپنے مشرقی اسٹاف میں جگہ دی اس کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ تاریخ طبری جس کی موت کا مشرقی کتب خانے فیصلہ کر چکے تھے جان گڈ فریڈ سگارٹن کی عرق ریزی ،محنت جانکاہی اور کوشش نے اس کو زندہ کر دیا اس کی دو جلدیں مع لاطینی شائع کیں، لاطینی زبان میں عربی زبان کی ایک گرامر لکھی شعرائے قبائل ہذیل کے کلام کا ایک حصہ لندن میں چھپوایا ابو الفرج اصفہانی کی گراں پایہ تصنیف اغانی جو عربی زبان میں فن محاضرات کی سب سے اعلی اور مستند تصنیف ہے اس کی ایک جلد شائع کی، اس کا لاطینی میں ترجمہ کیا اس پر مقدمہ لکھا جابجا نوٹ لکھے، مشہور ثعلبی شاعر عمر بن کلثوم کا قصیدہ مع حواشی چھاپا، ان کے علاوہ عربی مصری اور سنسکرت زبان کی تحقیقات اس کی یادگار ہیں۔

(14)گستاو فلوگل Flawgil (1802ء۔1870ء)

گستاو فلوگل 1802 میں پیدا ہوا الپزگ میں علمائے مستشرقین سے تعلیم پائی، یہاں سے ویانا گیا دو سال وہاں کے مشہور قلمی کتب خانے کی کتابوں کے مطالعہ میں مشغول رہا، وہاں سے نکل کر یورپ کے اکثر پایہ تختوں کی سیاحت کی، یعنی مختلف دارالحکومتوں کے سیاحت کی، پیرس میں ایک مدت تک اقامت کی، وہاں کے قلمی کتب خانوں کی سیر کی، وہاں کے علماء سے فیض حاصل کیا وطن واپس آنے پر وہاں کے متعدد درسگاہوں میں پروفیسر رہا، اہل حکومت نے اس کی قدر کی اور اس کو مشرقی تصنیفات کے طبع و اشاعت کی طرح مائل کیا، فلوگل نے اس ترغیب کا پورا فائدہ اٹھایا اس کی کوششوں اور سعی سے عربی زبان کی تقریبا50 کتابیں شائع ہوئیں۔ ان میں سب سے بہتر تخت گراں پایہ اور سب سے زیادہ قابل قدر حاجی خلیفہ چلپی کی کشف الظنون کی سات ضخیم جلدیں مع ترجمہ لاطینی و فہرست ملحقات اور کتاب الفرست ابن ندیم مع فہرست و مقدمہ ہیں عربی علوم وفنون تصنیفات کی ہزار سالہ تاریخ ہے کتاب الفہرست مسلمانوں کی ابتدائی چار صدیوں کی علمی تاریخ کا خزانہ ہے دعوے کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ ان دونوں کتابوں کے نظیر عربی زبان کے سوا دنیا کی کوئی دوسری ان میں زبان نہیں پیش کر سکتے۔ فلوگل کے اسلام اور مسلمانوں پر سب سے بڑا احسان جن سے مسلمان کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتے، یہ ہے کہ اس نے قران مجید کی فہرست الفاظ نجوم القران کے نام سے مرتب کی جس کی مدد سے قران مجید کی ہر آیت حسب ضرورت و حاجت نکالی جا سکتی ہے اس کے علاوہ اس نے تین ضخیم جلدوں میں تاریخ عرب لکھی۔ ثعالبی کی مونس الوحید چھاپ کر شائع کی، اس کا سال وفات 1870 عیسوی ہے۔

(15)فرانٹس واپک

فرانٹس واپک علوم وفنون اسلامیہ کا جدید القدر محسنین میں سے ہے لیپزگ سے متصل ایک گاؤں میں 1826 میں پیدا ہوا۔ ویٹمبرگ میں تعلیم پائی۔ یہاں سے برلن کا سفر کیا، وہاں صرف ریاضیات کے تعلیم حاصل کی 1848 میں مشہور مستشرق فریٹاگ سے بونا میں ملا اور اس سے عربی

زبان کے تحصیل کی واپک کو چونکہ ریاضیات سے خاص مناسبت تھی، اس لیے علوم مشرقیہ میں بھی اس نے ریاضیات ہی کا میدان اپنے لیے مخصوص کیا۔ عرب علماء نے حساب، جبر ومقابلہ ہندسہ اور ھئیت میں جو کچھ لکھا اس کو بخوبی پڑھا۔ عربی ریاضیات کی تصنیفات باہم پہنچائیں۔ عمر بن ابراہیم خیام کی کتاب جبر ومقابلہ اور ابوالحسن کوفی کی کتاب الفخر فی الجبر والمقابلہ، ابو عثمان دمشقی کی شرح مقابلہ دہم اقلیدس فی الاعظام المنطقہ والقم کو چھاپا کیا واپک نے عربی کے علوم ریاضی پر 50 سے زیادہ مضامین لکھے۔ یہ فرنچ ایشیاتک سوسائٹی کے جرنل اور برلن، روم، پیرس اور پیٹرس برگ کے علمی رسالوں میں چھپے، واپک جب کوئی قدیم یادگار کتاب شائع کرتا تو ہمیشہ یورپ کے کسی نہ کسی زبان میں اس کا ترجمہ بھی ضرور کرتا عربوں کی ریاضیات کے ہندوستان ویونان کے علم ریاضیات سے موازنہ بھی کیا۔ واپک ابھی ادھیڑ ہی تھا کہ ناگہانی طور سے 1864 میں وفات پا گیا۔

(16) جارج ہنری برنسٹین (J.H.Birntisn)

اس نے عربی زبان کی نحو پر ایک رسالہ لکھا بعض قدیم عربی تصنیفات کو شائع کیا ان میں ایک صفی الدین حلی کا قصیدہ ہے اس قصیدہ کو مع ترجمہ اور شرح کے بنرنسٹین نے چھاپا۔ مشرقی مذاہب کے اصول پر ایک کتاب شائع کی۔ اس کو عربی زبان سے زیادہ سریانی زبان سے واقفیت تھی بروسلوں میں سریانی زبان کا پروفیسر تھا 73 برس کی عمر میں 1860 میں وفات پائی۔

(17) جال اوگسٹ ودلرس (J.H.Vadlirs)

موصوف ڈی ساسی، کارٹر اور افریٹاگ کا شاگرد تھا، جرمنی میں 1802 میں پیدا ہوا، تقریباً 1870 میں وفات پائی۔ گبسن کالج میں مشرقی زبانوں کا پروفیسر تھا، فارسی زبان سے اس کو قدرۃً مناسبت تھی، ایک فارسی لاطینی لغت بھی اس کی تصنیف ہے۔ جو اب تک یورپ میں بہترین لغات میں شمار کیا جاتا ہے فارسی شعراء اور مؤرخین کی متعدد یادگار کتابیں اس نے چھاپ کر شائع کیں، عربی زبان سے بھی اس کو واقفیت تھی، حارث بن حلزہ اور طرفہ کے متعلقات مع شرح زوزنی شائع کیے اور ان کا لاطینی میں ترجمہ کیا، عربی زبان کے اصول و قواعد پر ایک رسالہ لکھا۔

(18) فرانٹس اوگسٹ آرنلڈ (F.A. Arneld)

فرانٹس اوگسٹ آرنلڈ (F.A. Arneld) جرمنی میں ہال کی درسگاہ کا پروفیسر تھا، دو جلدوں میں عرب مؤلفین کی مختصر تالیفات کا مجموعہ مشرقی مدارس کے طلبہ کے اس کی اہم یادگار ہے، یہ مجموعہ 1853 میں طبع ہوا، یونانیوں نے بیت المقدس میں اس مجموعہ کا یونانی میں ترجمہ کیا اور اس کا جدید ایڈیشن شائع کیا، 1836 میں آرنلڈ نے امراء القیس کمال کا معلقہ مع شروح وحواشی ترجمہ لاطینی کے چھاپا۔

(19) ڈاکٹر جان گڈ فریڈ ویٹزسٹین (J.G. Wetzstein)

ڈاکٹر جان گڈ فریڈ ویٹزسٹین (J.G. Wetzstein) جرمن مستشرقین میں شامل ہے، یہ جرمن کونسل کی حیثیت سے ایک مدت تک دمشق میں مقیم رہا تھا مشرقی زبانوں کی تحصیل کا اس کو بیحد شوق تھا، دمشق میں اس نے قلمی کتابوں کا ایک اچھا ذخیرہ جمع کر لیا تھا، ان کتابوں پر اس

نے ایک تبصرہ لکھااور ان کتابوں کو برلن بھیجا۔ حوران اور شام کی سیاحت کی اور ان ملکوں کو سفر نامہ لکھا، زمخشری کی مقدمۃ الادب 1850 میں لیپزگ سے چھاپ کر شائع کی۔

(20)ہنری جوزف وٹزر(H.J. Writzer)(1800ء۔1853ء)

جوزف وٹزر 1800 میں پیدا ہوا، جرمنی اور فرانس میں ڈیساسی اور کارٹرمار سے مشرقیہ یعنی مشرقی زبانوں کی تحصیل کی، فری بورگ کیتھولک کالج میں مشرق زبانوں کا معلم مقرر ہوا، اس کالج میں اس نے اس قدر شہرت حاصل کی معلوم مشرقیہ کے طالبین کا مرجع بن گیا، مقریزی نے قبطی عیسائیوں کے جو حالات لکھے ہیں وٹر پہلا شخص ہے جس نے اس کے رسالے کی صورت میں شائع کیا اور اس کو لاطینی میں ترجمہ کیا، سال وفات 1853 ہے۔

(21)فلیپ وولف(P.H. Wolit)

فلیپ وولف(P.H. Wolit)ایک جرمن مستشرق ہے جو عربی زبان کا دلدادہ تھا، اس نے مصر و شام فلسطین کے سیاحوں کے لیے ایک رہن نامہ یعنی گائیڈ بک لکھا، اس میں عامی عربی زبان بھی جس کی ان ممالک میں سیاحوں کو ضرورت ہوتی ہے، شامل کر دی ہے، کلیلہ ودمنہ کا عربی سے جرمن زبان میں ترجمہ کر کے شائع کیا، معلقات کو جرمن ترجمہ کے ساتھ چھاپا ان پر حواشی لکھے، وسط صدی ہجری کے مشہور شاعر ابوالفرج بیضا کے کلام کا ایک حصہ شائع کیا۔

(22)تھیوڈو باربر کر

جرمن مستشرقین فہرست میں ایک اور معتبر نام تھیوڈو باربر کر ہے یہ پال کے درسگاہ کا پروفیسر تھا شہرستانی کی کتاب کتاب الملل البنحل تاریخ مذاہب کا جس کو کورٹن نے لندن میں چھاپا تھا، جرمن زبان میں ترجمہ کیا اور اس پر نوٹ لکھے، محمد بن ابراہیم سخاوی کی مجمع العلوم یعنی انسائیکلوپیڈیا کو 1859 میں چھاپا اور اس پر ایک ریویو لکھا۔ بیت المقدس کے ایک یہودی نے عربی شروحت تورات کو لاطینی میں ترجمہ کیا تھا اور پھر اس کو چھاپ کر وقف عام کر دیا۔

(23)الوالڈ(1830ء۔1875ء)

اس عہد میں جرمنی کے صرف دو مستشرقین کے نام سامنے اتے ہیں جن میں ایک نام الوالڈ کا ہے جو 1830 میں پیدا ہوا پہلے مذہبی تعلیم حاصل کی پھر مشرقی زبانوں میں کمال حاصل کیا عربی تصنیفات میں اس کے گرامر ہے جو اس نے جرمن زبان میں دو حصوں میں لکھی۔ شعر اور عروض میں بھی اس کی ایک تصنیف ہے۔ قدیم عربی تصنیفات میں سے واقدی کی فتوح الجزیرۃ شائع کی اور گوتا کے قلمی عربی کتب خانے پر تبصرہ لکھا، اس کی وفات 1875 میں ہوئی۔

(24)ہارمن روڈی گر

اس عہد کا دوسرا مستشرق ہے جس نے مشرقی زبانوں کا شوق اپنے باپ امائل روڈیگر سے ورثہ میں حاصل کیا۔ روڈیگر نے امثال لقمان اور تورات کے ترجمہ شائع کیا، عربی زبان کے تکمیل کے بعد شہر ہال میں اس کی تعلیم و تدریس میں مشغول ہوا۔ سب سے بڑا کارنامہ اس کا یہ ہے کہ اس نے ابو الفرج ابن ندیم کی کتاب الفہرش کی طبع و تصحیح کی۔ جس میں اس سے پہلے فلوگل نے ہاتھ ڈالا تھا لیکن طبع ہونے سے پہلے ہی وہ مر گیا تھا۔ اس کے ساتھ اس کام میں اگوست ملتر بھی شریک تھا ان دونوں کے کوششوں سے یہ عجیب و غریب کتاب چھپ کر مکمل ہوئی۔ اس کی تصنیفات میں عربی زبان کے قواعد پر بھی بعض رسائل ہیں، ان میں ایک ضخیم رسالہ صرف بحث اسماء و افعال پر ہے۔

ہالینڈ

ہالینڈ گو کہ یورپ کا ایک چھوٹا سا ملک ہے لیکن مشرقی علوم وفنون سے اس کی دلچسپی کسی بھی بڑے یورپی ملک سے کم نہیں رہی۔ اس میں سترہویں صدی عیسوی میں سے بھی عربی زبان کو جاننے والے موجود تھے، اس ملک کے قدیم مستشرقین میں

(1)ارپنولیس(1556ء-Erpennvies1667)

شولٹنس(S.Chultions)(1750ء-1886ء)، گولیس(Galise)(1596.1667)اور جان جاک شولٹنس(J.J. Shultens)(1716ء-1778ء)ہیں۔ یہ تمام اس ملک کے بڑے جلیل القدر مستشرقین میں سے تھے۔ ان کی ذات سے شہر لیڈن علوم مشرقیہ کا مرکز بن گیا تھا، لیڈن کے مطبع میں ان مستشرقین کے اہتمام میں عربی کی وہ نادر کتابیں طبع ہوئیں جو باوجود چھپ جانے کے بھی کمیاب ہیں اور ارباب علم اور جوہر شناسوں کے نزدیک نادر علمی کتابوں کی طرح ان کی قدرومنزلت ہے جیسے تاریخ ابن العمید، ابن شداد کی سیرت صلاح الدین، ابن عرب شاہ کی تاریخ تیوری، میدانی کی ضرب الامثال وغیرہ۔

(2)ہیٹماHaitammal

اٹھارویں صدی کے آخر میں ہالینڈ میں ہیٹماHaitammaپیدا ہوا، جس نے 1773ء میں ابن درید کے مقصورہ کا لاطینی میں ترجمہ کیا اور اس پر حواشی کا اضافہ کیا۔

(3)شیڈ(J.Schied(1742ء-1795ء)

دوسرا مستشرق تھا، جس نے صحاح جوہری کا لاطینی زبان میں ترجمہ کیا۔ اصولِ عربیت میں ایک رسالہ لکھا اور متفرق عربی منتخاب شائع کیے۔

(4)پروفیسر ایچ،اے،ہماکر(H.A. Hamaker)(1789ء-

موصوف نے جس دور میں جنم لیا، اس دور میں کوئی اس کی ہمسری نہ کر سکا۔ ایمسٹرڈیم میں 1789ء میں پیدا ہوا۔ اور مشہور مستشرق ولمٹ سے تحصیل علم کی۔ یورپ کی تمام زبانوں کے علاوہ تھوڑے عرصے میں اکثر سامی زبانیں سیکھ لیں۔ گورنمنٹ کی طرف سے وہ لیڈن کالج میں عربی، سریانی اور

کلدانی زبانوں کا پروفیسر مقرر کیا گیا۔اس نے لیڈن کے کتب خانے کی قلمی کتابوں پر تبصرہ لکھا، واقدی او مقریزی کی بعض تصنیفات احمد طولون شاہِ مصر کی تاریخ اور ابن زیدون کا رسالہ شائع کیا۔اس نے اپنے شاگردوں کی کافی بڑی جماعت تیار کر لی تھی۔

(5)تھیورڈ جان بول(G.J. Jugnball)(1802ء۔1861ء)

اس کو ہالینڈ میں استشراق پر کام کرنے کی وجہ سے بڑی شہرت حاصل ہوئی۔وہ 1802ء میں پیدا ہوا۔عربی زبان پر کامل گرفت تھی، مشرق کی تاریخ اور اس کے لٹریچر س بھرپور واقفیت رکھتا تھا۔متعدد مدارس میں عربی زبان کا معلم رہا، پھر لیڈن کالج میں پروفیسر ہوا اور 1861ء تک جو اس کا سال وفات ہے، اس عہدے پر کام کرتا رہا۔جان بول کا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے متنبی اور اس کے معاصر شعراء کے ان تمام قصائد کا مجموعہ شائع کیا جو سیف الدولہ کی مداح میں کہے گئے تھے، اور ان کا لاطینی زبان میں ترجمہ شائع کیا۔علامہ زمخشری کا جغرافیہ جو کتاب الجبال والامکنہ والمیاہ کے نام سے موسوم ہے ، اس کو بھی شائع کیا۔عربی جغرافیہ کی ایک اور کتاب مراصد الاطلاع علی الامکنۃ والبقاع کو بھی شائع کیا، جو علامہ سیوطی کے قلم سے یاقوت حموی کی مشہور جوگرفیکل انسائیکلوپیڈیا(معجم البلدان)کا خلاصہ ہے، ایک دوسرے مستشرق بنیامین ماٹس کی مدد سے کتاب النجوم الزاہرہ جو شاہانِ مصر و قاہرہ کی تاریخ ہے، چھاپا، اپنے دیگر ہم وطن اہل قلم کی شرکت سے شرقیات کے نام سے ایک مجموعہ چھاپ کر شائع کیا۔

(6)ابراہیم ولیلم جان بول(A.W.Jugnball)

جان بول نے مرنے کے بعد اپنی یادگار کے طور پر ابراہیم ولیلم جان بول لائق فرزند چھوڑا۔جو اپنے باپ کی طرح مشرقی علوم پر گہری دسترس رکھتا تھا۔اس نے بڑی محنت سے ابو اسحاق شیرازی کی کتاب التنبیہ شائع کی جو شافعی اصولِ فقہ کی ایک قدیم اور مستند تصنیف ہے اور اس کا لاطینی زبان میں ترجمہ کیا۔اور اس پر مقدمہ وغیرہ کا اضافہ کیا، 1861ء میں ابن واضح یعقوبی کے جغرافیہ کی اشاعت کی جس کا نام کتاب البلدان ہے، اس کا سالِ وفات 1881ء ہے۔

(7)پروفیسر ٹاکوارڈا(F.Karda)(1825ء۔1865ء)

موصوف جان بول کا معاصر تھا، اس نے 1825ء سے مشرقی علوم وفنون کی خدمت شروع کی، مصر کی دولت طولونیہ کی تاریخ سے اس نے گہری دلچسپی کا اظہار کیا، ایک عربی گرامر کو مدون کیا اور لاطینی میں اس کی شرح لکھی، جان بول کے مجموعہ شرقیات کی تیاری میں اس کے برابر کا شریک تھا۔ 1865ء میں وفات پائی۔

(8)ہینڈریک وائرس(H.J.F Weigeres)

اس کا بھی جان بول کے مجموعہ شرقیات میں حصہ رہا ہے، وفیات الاعیان از ابن خلکان پر نہایت محققانہ تبصرہ لکھا، اور کتب خانہ لیڈن کی قلمی کتابوں پر تبصرے لکھے۔اور ڈاکٹر مورسنگ کی معیت میں ابو الحسن بن عمرو بن حبیب کی درۃ الاسلاک تاریخ اتراک کو شائع کیا، ڈاکٹر مورسنگ نے طبقات المفسرین چھاپ کر شائع کی۔

انگلینڈ

(1)کارلائل(1759ء-1804ء)

اٹھارویں صدی کے اختتام پر انگلینڈ میں مشرقیات یعنی مشرقی علوم وفنون کاماہر پیدا ہوا جس کا نام کارلائل J.D.Carlyle تھا، وہ 1759ء کو پیدا ہوا تھا اور اس کی وفات 1804ء میں ہوئی تھی۔ اس نے مشرقی ممالک کی سیاحت کی تھی، اس کے بعد کیمبرج یونیورسٹی میں عربی کے پروفیسر کے طور پر کام کرتا رہا، عربی کی شاعری اور ادبیات پر ایک کتاب بھی لکھی۔ جمال الدین ابن تغری بروی کی کتاب مورد اللطافت کے ایک حصے کا لاطینی زبان میں ترجمہ کیا تھا۔

(2)جوزف وہائیٹ(1746ء-1814ء)

کارلائل کا ایک معاصر انگلینڈ کا عربی دان مستشرق جوزف وہائٹ J.Whilte ہے، جو 1746ء میں پیدا ہوا اور 1814ء میں فوت ہو گیا تھا، یہ علمائے آکسفورڈ میں سے تھا، عبداللطیف بغدادی کا وہ رسالہ جس میں اس نے مصر کے چشم دید واقعات لکھے تھے، سب سے پہلے 1789ء میں اسی نے شائع کیا تھا، 1800ء میں اس نے اس رسالے کا لاطینی زبان میں ترجمہ کیا تھا، وہائیٹ کے اہتمام سے اس کے علاوہ اور کتابیں بھی شائع ہوئیں۔

(3)ولیم مارسڈن(1754ء-1836ء)

اس دور میں ایک اور مستشرق ولیم مارسڈن پیدا ہوا اس کی پیدائش 1754ء میں ہوئی۔ اس کی زندگی کا بڑا حصہ جزیرہ سماترا میں گزرا، جہاں ایک مدت سے عرب رہتے آرہے تھے، مارسڈن نے اس جزیرہ کی تاریخ لکھی اور اسی طرح یہاں کی زبان پر ایک رسالہ تحریر کیا۔ مشرقی سکوں اور اسلامی سکوں کے متعلق خصوصاً اس کے مضامین خاص شہرت رکھتے ہیں، اس کے پاس ایک مشرقی کتب خانہ بھی تھا جس میں عربی زبان کی قلمی کتابیں کثرت سے تھیں، یہ بیش قیمت کتب خانہ اس نے برٹش میوزیم کو ہدیۃً دے دیا، اس کی وفات 1836ء میں ہوئی۔

(4)ولیم گارٹن(W.Gorton)(1808-1862ء)

ولیم گارٹن(1808-1862ء) نے آکسفورڈ یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی، تمام مشرقی زبانوں میں اس کو سریانی زبانوں سے خاص دلچسپی تھی، عربی زبان میں عیسائی مذہب کی تصنیفات کی اشاعت کے علاوہ اسلامی تصنیفات میں علامہ شہرستانی کی تاریخ مذاہب موسوم بہ الملل والنحل کو نہایت محنت وکوشش سے طبع کروانا شروع کیا اور 1842ء میں یہ کتاب مکمل شائع ہوگئی۔ دوسری کتاب علم کلام میں حافظ ابن نسفی کی تصنیف عقیدہ اہل السنہ کی اشاعت میں حصہ لیا۔ یہ دونوں کتابیں ان مطبوعات کے ضمن میں شائع ہوئیں جن کو انگلینڈ کی شرکت تالیف مشرقیہ (سوسائٹی فار دی پبلیکیشن اورینٹیل بکس) نے چھاپا ہے، اس سوسائٹی کا مشرقی تصنیفات کی طبع واشاعت میں خاص حصہ ہے۔

(5)میتھولومسٹرن(M.Lumistern)

ہندوستان کی بنگال ایشیاٹیک سوسائٹی کا ذکر بھی انگریزوں ہی کے کارناموں میں کرنا چاہیے جس نے عربی زبان کی بہت سی کتابیں چھاپ کر دنیا میں پھیلائیں، موصوف اس سوسائٹی کا سرگرم رکن تھا، جس کی کوشش سے مطبع کلکتہ وجود میں آیا، اسی مطبع سے لومسٹرن نے 1809ء میں مقامات حریری، 1811ء میں احمد شروانی کی کتاب نفحۃ الیمن اور شرح معلقات قزوینی، مختصر معانی قاموس فیروز آبادی وغیرہ چھپوائیں۔

(6)ناسولیس(W.Nassules)

اس نے عربی زبان کی متعدد کتابیں شائع کیں۔ جن میں مشہور کتابیں حسب ذیل ہیں:

ازدی بصری کی فتوح الشام، واقدی کی فتح الشام، سیوطی کی تاریخ الخلفاء، محمد علی فاروقی تھانوی ہندی کی کشاف اصطلاحات الفنون دو ضخیم جلدوں میں ،ابن حجر عسقلانی کی نخبۃ الفکر ونزہۃ النظر۔

(7)ہاریس جانیس(Harsis Jonees)

اس نے 1858ء میں ابن عبد الحکیم مصری کی تاریخ فتح اندلس کو شائع کیا اور اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔

(4)مغربی جامعات میں سوسائٹیز اور چیئرز کا قیام

- رومن پوپوں نے سامی زبانوں کی توسیع واشاعت میں جس میں عربی زبان بھی شامل ہے، تمام شاہانِ یورپ سے زیادہ اہتمام کیا، پوپ ہنری چہارم نے ابتدائی چودھویں صدی میں پیرس میں ایک عربی مدرسہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ جب ویانا میں 1311ء میں ایک مجلس منعقد ہوئی جس میں ایک تجویز یہ بھی پیش کی گئی کہ عبرانی، کلدانی اور سریانی زبان کی درسگاہیں روم میں پوپ کے مصارف سے اور پیرس میں شاہ فرانس کی اعانتسے اور پولینڈ اور آکسفورڈ میں بشپ اور پادریوں کی مدد سے قائم کی جائیں۔ اسی طرح پوپ جان بشپ دوم کا ایک فرمان تاریخی صفحات میں محفوظ ہے جو 1325ء میں لکھا گیا تھا جس میں اس نے پیرس میں موجود اپنے نائب کو ہدایت کی کہ وہ کالج کے عربی صیغے کی نگرانی کرے۔
- اٹھارویں صدی کے انتہائی حصہ میں اورینٹیل لٹریچر کی اشاعت یورپ میں جن اسباب سے ہوئی، ان میں سب سے بڑا حصہ ایشیاٹک سوسائٹیز کا وجود ہے، سب سے پہلے ایشیاٹک سوسائٹی 1778ء میں جزائر ہند مقبوضہ ہالینڈ کے شہر بیوتا میں قائم ہوئی لیکن اس سوسائٹی کی کوششیں ہالینڈ کے مقبوضہ ایشیائی ممالک تک محدود تھیں۔
- اس قسم کی دوسری سوسائٹی 1784ء میں ایک انگریز سر ولیم جانس(1743ء۔1795ء) نے جنرل ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ کے نام سے قائم کی، یہ سوسائٹی نہایت کامیاب ہوئی۔ اس سوسائٹی کا بانی معروف مستشرق سر ولیم جانس تھا، مشرقی علوم پر اس کی متعدد تالیفات پائی جاتی ہیں۔ جن میں سے ایک انگریزی زبان میں سبعہ معلقہ کی شرح ہے۔ اس سوسائٹی کے نمونے پر ہندوستان کے دیگر شہروں میں بھی ایشیاٹک سوسائٹیاں قائم ہوئیں۔
- ایک اور معروف سوسائٹی بنگال ایشیاٹک سوسائٹی ہے جو 1778ء میں قائم ہوئی۔

- اٹھارویں صدی کے خاتمہ پر انگلینڈ میں بھی عربی زبان نہایت احترام اور عزت سے دیکھی جاتی تھی، کیمبرج اور آکسفورڈ کی یونیورسٹیوں میں عربی زبان کی تعلیم ہوتی تھی، اس صدی سے پہلے بھی آکسفورڈ میں عربی کا ایک مطبع قائم تھا جو بہت مشہور تھا، اس مطبع سے بہت سی عربی کتابیں چھپ کر شائع ہوئیں۔
- مشرقیات سے متعلق فرانس کے مستشرقین کی کوششوں کا حاصل پیرس ایشیاٹک سوسائٹی ہے جو 1821ء میں ڈی ساسی اور اس کے معاصر مستشرقین نے قائم کیا تھا، 1822ء میں اس سوسائٹی کی طرف سے ایک علمی رسالہ نکالا گیا جو ہر سال دو جلدوں میں شائع ہوتا تھا۔ اس رسالے کی جلدیں مشرقی علوم وفنون، مشرقی آثار ومشاہدہ اور مشرقی زبانوں کی تحقیقات سے مالامال ہے۔
- فرانسیسیوں کو دیکھ کر انگریزوں کو بھی مشرقی علوم وفنون کا شوق پیدا ہوا، پیرس ایشیاٹک سوسائٹی کے قیام کے ایک سال کے بعد 1823ء میں انگریزوں نے بھی ایک ایشیاٹک سوسائٹی قائم کی جس کا نام بریٹن اینڈ آیر لینڈ رائل ایشیاٹک سوسائٹی رکھا گیا۔ اس کو قائم کرنے میں سب سے زیادہ متحرک ارکیالوجی یعنی علمائے علم الآثار تھے۔ 1824ء سے سوسائٹی کی تحقیقات ایک رسالہ کی صورت میں شائع ہونے لگیں رفتہ رفتہ ایک باقاعدہ رسالہ بن گیا جو 1824ء میں لندن رائل ایشیاٹک سوسائٹی ریویو کے نام سے نکلا لیکن انگریزوں کی مشرقی تحقیقات کا دائرہ زیادہ تر ہندوستان تک محدود رہا۔ ہندوستان کی یادگاریں، ہندوستان کا قدیم تمدن، ہندوستان کی قدیم زبان وغیرہ جیسی چیزیں ان کی تحقیقات کا مرکز رہیں۔ عربی، فارسی، ترکی اور دیگر سامی زبانوں اور علوم کی تاریخ سے یورپ کے دیگر ممالک کے مستشرقین کے مقابلہ میں ان کو بہت کم واقفیت رہی ہے۔
- انیسویں صدی عیسوی میں جرمنی میں تمام مشرقی زبانوں کا عموماً اور عربی زبان کا خاص ذوق پیدا ہوا، اہل قلم اور باہمت جرمن مستشرقین نے اس ذوق کی تسکین کے لیے ایک جماعت قائم کی، جس کے معروف اراکین میں درج ذیل مستشرقین کو شمار کیا جاسکتا ہے: ایوالڈ، گابلنٹز، کوسگرٹن، روڈیگر

اس جماعت نے ایک رسالہ بھی شائع کیا جس میں عربوں کی تاریخ اور لٹریچر پر بہت سے مضامین نکلے، اس جماعت کو تھوڑے ہی دنوں میں وہ وسعت حاصل ہوئی کہ یہ 1845ء میں عظیم الشان جرمن ایشیاٹک سوسائٹی کی صورت میں تبدیل ہوگئی۔ 1847ء سے اس سوسائٹی کا خاص علمی رسالہ نکلنا شروع ہوا جس میں عربی علوم وفنون، عربی تمدن اور عربی زبان کے متعلق کافی مضامین ہوتے تھے۔

بیسویں صدی پر ایک نظر

بعد کے ادوار میں یعنی انیسویں صدی کے بعد میں مستشرقین نے منظم اور مربوط انداز سے عربی زبان وادب پر کام کیا، اس دور میں ہمیں پروفیسر نکلسن (R.A.Nickolson)(1868ء-1956ء) کا نام بھی ملتا ہے جس نے A Literary History of the Arabs لکھی۔ اسس کے بعد پروفیسر فلپ حتی P.K. Hitti کا نام ملتا ہے جس نے Hisotry of the Arabs لکھی۔ اور اسی طرح چارلس جیمز لائل Transaltions of ancient Arabian Poetry اور اے۔ جے آربری (Arthur Arberry)(1905ء-1969ء) نے The Seven Odes لکھی۔

گوئٹے کا عربی ادب سے شغف:

گوئٹے نے عربی اور فارسی ادب کا گہرا مطالعہ کر رکھا تھا، قرآن، الف لیلہ اور سبع معلقات سے اسے اچھا شغف تھا، اس نے بعض معلقات کا جرمن زبان میں بھی ترجمہ کیا تھا۔ڈاکٹر محمد اکرم چوہدری لکھتے ہیں:

رینالڈ نکلسن، منٹگمری واٹ، ھملٹن گب، اے جے آربری، سر ولیم، تھامس آرنلڈ، کارل بروکلمان اور وینسنک کی علمی کاوشیں امت مسلمہ کی جانب سے سپاس گزاری کی مستحق اور لائق ستائش ہیں، صرف وینسنک کی المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث النبوی جیسے عظیم کام کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے[2] (دائرہ معارف اسلامیہ، ص573)

(6)تجاویز:

انیسویں صدی کے مختصر تعارف سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ پاکستانی جامعات میں اس طرز کا کام ہو رہا ہے یا نہیں؟اس سوال کا جواب کوئی حوصلہ افزا نہیں کیونکہ مطالعے کا رخ مشنری جذبہ نہیں بلکہ دیگر مادی مقاصد کا حصول ہے جس کی وجہ سے ہماری جامعات اس طرح کا کردار ادا کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکیں۔لیکن وسائل و ذرائع اور دیگر آلات کی فروانی ایسا کام سر انجام دے سکتی ہیں جو ایک علمی فضا کے قیام کے مددگار ہوں۔اس کے لیے ذیل میں چند تجاویز دی جارہی ہیں جس کے لیے امید کی جاسکتی ہے کہ جامعات کے بااختیار نمائندے اس بارے میں اقدامات کرسکتے ہیں۔

اسلامیات میں داخلے سے قبل طالب علم کی عربی زبان کی سمجھ بوجھ کا امتحان ضرور لیا جائے، اگر طالب علم ناکام ہو جاتا ہے تو اس کا داخلہ معطل کر دیا جائے یا اس کو کسی ڈپلومہ سطح پر داخلہ دیا جائے، اس کے علاوہ جدید ٹیکنالوجی میں معلومات اور فہم کو ضروری قرار دیا جائے۔اس کے علاوہ اس بات کا اہتمام کیا جائے کہ طالب علم کے لیے ضروری قرار دیا جائے کہ وہ کسی ایک یورپی زبان سے کماحقہ استفادہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔اور اہم ترین تجویز یہ ہے کہ جامعات میں استشراق چیئرز کا قیام عمل میں لایا جائے اور مغربی مطالعات کو فی الفور ترجمہ کروایا جائے۔اور ضروری قرار دیا جائے کہ طالب علم علمی دنیا میں ہونے والی جدید تبدیلیوں سے آگاہی رکھتا ہو۔

2

اشاعتی ادارے برل کا مختصر تعارف

برل:(Brill)

مغرب میں نشاۃ ثانیہ کے بعد اشاعت کی طرف توجہ دی گئی اور بڑے اداروں کی داغ بیل ڈالنے کی سعی کی گئی۔ برل بھی ایک معروف ادارہ ہے جس کے تحت کئی موضوعات پر کتابیں شائع کی گئیں۔ اس کی بنیاد 1683ء میں رکھی گئی اس کا مرکزی دفتر لائیڈن (نیدر لینڈ) میں ہے اس کے پبلشنگ موضوعات میں انسانیات، سماجی علوم، بین الاقوامی قانون اور مختلف علوم شامل ہیں۔ اس ادارے نے 2001ء سے 2006ء کے مابین ایک انسائیکلوپیڈیا بعنوانEncyclopedia of the Quranنے لائیڈن سے شائع کیا۔ یہ پانچ جلدوں پر مشتمل ہے، اس کا آغاز 1993ء سے ہوا اور 2006ء میں اس کی تکمیل ہوئی یعنی کم و بیش تیرہ سال کے عرصے میں مکمل ہوا۔ اس کی ایڈیٹر Jane dammen McAuliffe ہیں۔ اس کے لکھاریوں کی تعداد کم و بیش280 ہے جس میں زیادہ جدید مسلم مفکرین ہیں۔

ملائیشیا: ملایایونیورسٹی سے رپورٹ

تحریر: ڈاکٹر فلک شیر فیضی

پوسٹ ڈاکٹریٹ ریسرچ فیلو، اکیڈمی آف اسلامک اسٹڈیز، یونیورسٹی ملایا، ملائیشیا

Email: dr.falak@um.edu.my

یونیورسٹی ملایا، ملائیشیا کے شعبہ علوم اسلامیہ کے ڈگری پروگرام کے آخری سمیسٹر کو (قرآن وحدیث کا مطالعہ اور مستشرقین) مضمون پڑھانے کا موقع ملا، کورس کی وضاحت درج ذیل ہے۔

۱۔ مستشرقین کے ظہور اور ترقی کی تاریخ۔ ۲۔ مستشرقین شخصیات ۳۔ اورینٹلسٹ نیٹ ورک ۴۔ مستشرقین کے ظہور کے عوامل ۵۔ مستشرقین اور نوآبادیات ۶۔ مستشرقین اور ہرمینیٹک تشریح ۷۔ مستشرقین کام کرتا ہے۔ ۸۔ قرآن وحدیث کی تفسیر میں مستشرقین کی شمولیت ۹۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق مستشرقین کا نظریہ ۱۰۔ قرآن وحدیث کے بارے میں مستشرقین کا نظریہ، ۱۲۔ قرآن پر مشتشرقین کے اعتراضات۔ ۱۳۔ حدیث پر مستشرقین کے اعتراضات۔

ایسے مضامین پڑھانے کی اشد ضرورت ہے تاکہ مستشرقین مشنری کے بارے آگاہی ہو۔ یہ اہم اور حساس موضوعات ہیں جن پر تعلیم دی گی ہے جو کہ طلباء کے لیے انتہائی مفید اور دلچسپ ثابت ہوئے۔ ان موضوعات پر گہری نظر ڈالنا اور ان کا تنقیدی جائزہ لینا واقعی طلباء کی علمی وفکری نشوونما کے لیے ضروری ہے۔ اس مضمون کو پڑھاتے ہوئے طلباء کو مزید تفصیل شامل کرنے کے لیے چند تجاویز پیش کی تھی جو کہ درج ذیل ہیں:

تحقیقی مواد کا اضافہ: مزید تفصیلی اور جدید تحقیقی مواد شامل کریں، خاص طور پر جدید مستشرقین کی تحقیق اور ان کے کاموں پر نئ تحریریں۔

موازناتی مطالعہ: مستشرقین کی آراء کو اسلامی علماء کی آراء کے ساتھ موازنہ کریں تاکہ دونوں نقطہ نظر سے آگاہ ہو سکیں۔

مطالعے کے مواد کی وسعت: طلباء کو مختلف مستشرقین کی کتابوں اور مقالات کا مطالعہ کرنے کی ترغیب دیں، اور ان مواد پر مبنی پریزنٹیشنز یا رپورٹس تیار کرنے کی ہدایت دی۔

مباحثے اور مکالمے: کلاس میں مختلف موضوعات پر مباحثے اور مکالمے کا انعقاد کیا تاکہ طلباء کے ذہنی اور علمی افق وسیع ہوں۔

جدید ذرائع اور ٹیکنالوجی کا استعمال: آن لائن لیکچرز، ویڈیوز، اور پراجیکٹس کے ذریعے تدریس کو مزید دلچسپ اور جامع بنایا گیا۔

ماہرین کی شمولیت: مستشرقین کے مطالعے پر کام کرنے والے ماہرین سے ملاقات کیجیے اور سوالات کریں تاکہ وہ اپنی تحقیق اور تجربات طلباء کے ساتھ شیئر کریں۔

تنقیدی جائزے کی مشق: طلباء کو مستشرقین کے اعتراضات اور تنقیدی جائزوں پر مبنی اسائنمنٹس دی گئی تاکہ وہ عملی طور پر ان موضوعات کو سمجھ سکیں۔

ایک استاذ کی تدریس کا یہ تجربہ نہ صرف طلباء کی علمی ترقی کے لیے اہم ہے بلکہ ان کے فکری استدلال اور تنقیدی سوچ کی ترقی میں بھی مددگار ثابت ہو گا۔ میں نے ان ملائشین طلباء میں اس مضمون میں دلچسپی اور استاذ کے لیے بے پناہ ادب دیکھا، ہر کلاس کے بعد طلباء ادبا استاذ کے ہاتھ چومتے تھے گو کہ استاذ سے بے پناہ محبت کا اظہار کرتے ہیں۔

مارگولیتھ کی کتاب "The Early Development Of Mohammedanism" کا تعارف

حافظ محمد طارق (لیکچرر، لائف اینڈ لیونگ، رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی ملاکنڈ کیمپس)

ای میل: muhammd.tariq@riphah.edu.pk,/ m.tariq.than@gmail.com

تمہید

استشراق موجودہ دور کا ایک اہم موضوع ہے، جس کے مقاصد اور اہداف کا باریک بینی سے مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تحریک کے پردے میں اہل مغرب اسلام کے خلاف ایک علمی تحریک برپا کئے ہوئے ہیں جس کا مقصد اسلام کے عقائد، تہذیب، علوم اور ثقافت کو مشکوک بنانا ہے۔ ابتدائی مرحلے میں مستشرقین نے اسلامی علوم کو مغربی زبانوں میں منتقل کیا اور اسلام کی ایک نئی شکل سامنے آئی جسے اسلام کی یورپین تعبیر قرار دیا جا سکتا ہے۔ مسلمانوں پر غلبہ پانے کے لئے اہلِ مغرب نے علمی میدان کا انتخاب کیا جس کے لئے انہوں نے مختلف طریقے اختیار کئے۔ علامّہ ازہریؒ لکھتے ہیں: اہلِ مغرب نے ایک طرف اپنے اہلِ علم کو مسلمانوں کے علوم وفنون سیکھنے پر لگادیا اور دوسری طرف مسلمانوں میں ان کے افکار کو ڈھندلانے کی کوشش کی(3)۔ مستشرقین کی اس کوشش کا تھوڑا بہت فائدہ بھی اہلِ اسلام کو ہوا کہ ایک گراں قدر ذخیرہ کُتب اہلِ علم کے ہاتھوں تک پہنچا لیکن دوسری طرف اہلِ اسلام کو ناقابلِ تلافی نقصانات بھی پہنچا جو فائدے کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ہیں۔ علامہ شبلیؒ لکھتے ہیں: سیرت کی مشہور کتاب طبقات ابن سعد تقریباً ناپید ہو چکی تھی لیکن شہنشاہِ جرمن کے کہنے پر پروفیسر ساخو نے اسے دوبارہ مرتب کیا۔(4) اسی طرح اسلامی تاریخ کی ترتیب کے حوالے سے محمد عنایت اللہ(5) رقم طراز ہیں: اس کے لئے ہم کو ہمیشہ یورپ کے مصنّفوں کا احسان مند رہنا چاہئے۔۔۔ لیکن واقعات سے اُن کی نتیجہ خیزی اور پھر اُن پر رائے زنی زخم پر نمک کا کام دے جاتی ہے۔(6) مستشرقین کا بنیادی ہدف اسلام، قرآن مجید، پیغمبر اسلام ﷺ، اسلامی تہذیب وتمدن اور اسلامی علوم میں شکوک وشبہات پیدا کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اسلامی علوم کی من مانی تاویلات کرتے ہیں تاکہ اہلِ مشرق کے ساتھ ساتھ اہلِ مغرب کو بھی غلط فہمی میں مبتلا کیا جائے۔ علاّمہ شبلی کہتے ہیں: یورپ کے مؤرخین آنحضرتؐ کی جو اخلاقی تصویر پیش کرتے ہیں وہ ہر قسم کے معائب کا مرقع ہوتی ہے۔(7) اسی طرح اسلامی فوجداری نظام کو مستشرقین ایک ظالمانہ نظام کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں۔ ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ اس حوالے سے لکھتے ہیں: مغرب میں تو یہ خیال بہت پہلے سے پایا جاتا ہے لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ اب بہت سے مسلمان بھی اس خیال کے حامی

---

3 الازہری، کرم شاہ، پیر، ضیاء النبیؐ، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور، 1418ھ / 1997ء، ج6، ص126

4 نعمانی، محمد شبلی، علاّمہ، سیرت النبی، الفیصل ناشران وتاجران کتب، لاہور، 1412ھ / 1991ء، ج1، ص33

5 جامعہ عثمانیہ کے شعبہ تالیف وتصنیف کے ناظم رہے ہیں۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ تاریخ اندلس کے علاوہ مسٹر کاسٹ کی کتاب "دی ہسٹری آف مورش ایمپائر" کا ترجمہ بھی اردو زبان میں کیا ہے (تاریخ اندلس، ص7)

6 محمد عنایت اللہ، تاریخ اندلس، الفیصل ناشران وتاجران کتب، لاہور، 1437ھ / 2016ء، ج1، ص11

7 سیرت النبیؐ، محمد شبلی نعمانی، ج1، ص22

بنتے چلے جا رہے ہیں (8)۔ مسلم معاشروں میں اہلِ مغرب مصنّفین کے اثر و نفوذ کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ مختلف موضوعات پر انہی کی کُتب مسلمانوں کو پڑھائی جاتی ہیں۔ امیر افضل خان (9) اس بارے میں کہتے ہیں: اب تک فلسفہ جنگ اور جنگی حکمتِ عملی پر جو کُتب ہمارے افسران اور جوانوں کے زیرِ مطالعہ رہی ہیں وہ زیادہ تر مغربی مصنّفین کی تحریر شُدہ ہیں۔ (10) اسی طرح جہاد اور مجاہدین کے بارے میں بھی انہوں نے بہت سے غلط تصوّرات پھیلائے ہیں۔ قاضی عبد الدائم لکھتے ہیں: انہوں نے دُنیا کے سامنے مجاہدینِ اسلام کی ایسی بھیانک تصویر پیش کی کہ ہر پڑھنے والے کے رونگھٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ (11)

دنیا میں ہر قوم کو یہ حق حاصل ہے کہ ان خیالات اور نظریات کے بارے میں جانے، جو دوسری اقوام ان کے دین، تہذیب اور ثقافت کے بارے میں رکھتے ہیں، نیز ان کو ان کو یہ حق بھی حاصل ہے کہ ان خیالات، نظریات اور افکار کے متعلق تنقید و تجزیہ کرے۔ مخالفانہ خیالات اور نظریات کے متعلق خاموشی اختیار کرنا ان سے اتفاق کے مترادف ہو گی۔ تنقید اور تجزیے کی یہ ضرورت اور بھی بڑھ جاتی ہے جب یہ خیالات اہل مغرب اور یورپ جیسے ترقی یافتہ خطے سے ابھرے اور اس کا محور وحی آسمانی اور رسول پاک ﷺ کی سیرتِ مطہرہ جیسے موضوعات ہوں۔

اسلام کو کمزور کرنے کے لئے روزِ اول ہی سے اس کے دشمن برسرِپیکار ہیں۔ یہ دشمن کبھی میدانِ جنگ میں نظر آتے ہیں تو کبھی نظریاتی سرحدوں پر محاذ کھولے ہوتے ہیں۔ ان مختلف دشمنوں میں سے سب سے خطرناک مستشرقین کا گروہ ہے، جو غیر جانبدارانہ تحقیق کا نعرہ لگا کر اسلام کی مخالفت کرتا ہے۔ یہ گروہ اسلام کے مآخذ کو بے جا تنقید کا نشانہ بناتا ہے اور ان میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ مستشرقین نے اسلام کے بنیادی مآخذ قرآن و حدیث کے ساتھ ساتھ اس کے اخلاقی نظام اس کے فلسفے اور تاریخ کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ اس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی سیرت ان کی خاص دلچسپی کا میدان ہے۔ اس گروہ نے ہمیشہ کمزور اور بے بنیاد دلائل کا سہارا لے کر اپنے مطلب کی باتیں نکالنے کی کوشش کی ہے جن کی وجہ سے کم علم رکھنے والے افراد خاص طور سے متاثر ہوئے ہیں، مستشرقین کی لمبی فہرست میں ایک مشہور اور اہم نام مارگولیتھ کا بھی ہے۔

مارگولیتھ کی تصنیفات کی اہمیت

مارگولیتھ کی تصنیفات کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان کے جواب میں میں ماضی قریب اور حال کے محقّقین نے قلم اٹھایا ہے اور ان کی تصنیفات کا جائزہ لیا ہے۔ مثلاً علامہ شبلی نعمانی نے سیرت النبی۔ (12) میں مارگولیتھ کی تصنیفات کو کذب و افتراء اور تاویل و تعصب سے منسوب کیا ہے

---

8 غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، محاضراتِ فقہ، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، 1440ھ / 2019ء، ص 331

9 1992ء میں پاکستان آرمی سے بطور میجر ریٹائر ہوئے۔ کئی کتابوں کے خالق ہیں جن میں جلال مصطفیٰ ﷺ، پاکستان عطیہ رب ذوالجلال، اسلامی نظام حکومت یعنی رسول عربیؐ کے اسلام کا نفاذ، پاکستان کی کہانی، جہاد کشمیر وغیرہ شامل ہیں۔ 24 مئی 2016ء کو وفات پائی۔ (فضل خان، امیر، خلفائے راشدین کی جنگی حکمتِ عملی اور تدبیرات کا جائزہ، علمِ دین پبلیشرز، لاہور، 1435ھ / 2014ء، ص xv)

10 افضل خان، امیر، خلفائے راشدین کی جنگی حکمتِ عملی اور تدبیرات کا جائزہ، علمِ دین پبلیشرز، لاہور، 1435ھ / 2014ء، ص xv

11 دائم، عبد الدائم، قاضی، سیّد الوریٰ، علم و عرفان پبلیشرز، لاہور، 1436ھ / 2016ء، ج 1، ص 21

12 سیرۃ النبیؐ، علامہ شبلی نعمانی،، ج 1، ص 71

۔مولانا سلمان شمسی ندوی نے اپنے مضمون میں مشہور مستشرقین میں ان کا شمار کیا ہے۔([13])اسی طرح ڈاکٹر محمد زبیر نے بھی اپنی کتاب اسلام اور مستشرقین میں([14])مارگولیتھ کے حوالے سے بحث کی ہے۔

مدینہ یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر مُہر علی نے اپنی کتاب۔([15])sirat al.Nabi and the orientalistsمیں مارگولیتھ کے بعض اعتراضات کا جواب دیا ہے۔ اسی طرح پروفیسر ڈاکٹر جبل محمد نے اپنے پی ایچ ڈی مقالہ Image of the Prophet Muhammad in the west: A study of Muir, Margolioutha and Watt([16])میں مارگولیتھ کے بعض اعتراضات کے جوابات دئے ہیں۔ جامعہ ملاکنڈ کی ڈاکٹر عالیہ شاہ نے بھی اپنے پی یچ ڈی مقالہ "سیرتِ نبویؐ پر مارگولیتھ کی لکھی ہوئی کتاب Muhammad and The Rise Of Islamکا تحقیقی جائزہ"([17])میں مارگولیتھ کے اعتراضات کا رد کیا ہے۔

ان کی ایک اہم کتاب **"دی ارلی ڈیولپمنٹ آف محمد نزم"** بھی ہے جس میں مارگولیتھ نے اسلام کئی پہلوؤں کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔

مارگولیتھ کا تعارف

آپ کا پورا نام ڈیوڈ سموئیل مارگولیتھ ہے۔ آپ 17 اکتوبر 1858ء کو لندن میں پیدا ہوئے۔ انگلینڈ کے ایک چرچ میں پادری تھے۔ عربی میں مہارت کی وجہ سے 1889ء سے لے کر 1937ء تک آکسفورڈ یونیورسٹی میں عربی کے پروفیسر رہے۔ اسلام کے متعلق کئی کتابیں تحریر کی جن میں سے، The Eclipse of Abbasid Caliphate ,Mohammad and the Rise Of Islam , The relations between Arabs and Israelites، The Early Development of Mohammedanismوغیرہ مشہور ہیں۔([18])مارگولیتھ نسلاً انگریز ہیں اور انسائیکلوپیڈیا کے مرتبین میں سے ہیں۔([19])مارگولیتھ کے آباؤ اجداد پولینڈ کے یہودی تھے، لیکن اس کے والدین نے اپنا آبائی مذہب ترک کر کے عیسائیت اختیار کر لی تھی۔1896 میں مارگولیتھ نے ایک خاتون Jasic Pyne Smith سے شادی کی جس کے ساتھ مل کر س نے سریانی لغت کے حوالے سے کافی کام کیا۔([20])اگست 1914ء میں جنگ عظیم شروع ہوئی تو مارگولیتھ سوئٹزرلینڈ میں پھنس گیا لیکن جلد ہی جینوا کے راستے خلاصی پائی۔ برطانیہ سرکار نے

---

[13] سلمان شمسی ندوی، مولانا، مشہور مستشرقین اور ان کی تصنیفات، اسلام اور مستشرقین، سید صباح الدین عبد الرحمٰن، ج7، ص238

[14]محمد زبیر، اسلام اور مستشرقین ، مکتبہ رحمۃ للعالمین، لاہور، 1434ھ /2014ء، ص125

Mohammad Mohar Ali, sirat al-Nabi and the orientalists, King Fahd complex, Madinah,1997/ 1418AH,page.vii-[15] viii

[16] Jabal Muhammad Buaben,Image of the Prophet Muhammad in the west: A study of Muir, Margoliouth and Watt, Islamic Foundation, 2007/ 1428AH.

[17] پی ایچ ڈی مقالہ، عالیہ شاہ، ڈاکٹر، سیرتِ نبویؐ پر مارگولیتھ کی لکھی ہوئی کتاب Muhammad and The Rise Of Islamکا تحقیقی جائزہ نگران: پروفیسر ڈاکٹر عطار حمٰن، 1143ھ /2015ء

[18] جیکب ای سفرا، انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا، انٹرنیشنل سٹینڈرڈ بک، نیویارک، 1430ھ /2010ء، ج7، ص838

[19] ندوی، سلمان شمسی، مولانا، مشہور مستشرقین اور ان کی تصنیفات، اسلام اور مستشرقین، صباح الدین عبد الرحمٰن، دارالمصنفین، اعظم گڑھ، 1427ھ /2006ء ،ج7، ص238

[20] دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ، لاہور، 1427ھ /2006ء، ج18، ص316

اس نے ہندوستان بھیج دیا جہاں انہوں نے کلکتہ ممبئی اور لاہور میں لیکچر دیئے۔ 1918ء کے بعد اس نے کچھ عرصہ بغداد اور اس کے مضافات میں گزارا۔([21]) مار گولیتھ نے عربی کتابوں کی ایڈیٹنگ اور ترجمے سے شہرت حاصل کی([22])۔ 1925ء میں مار گولیتھ نے ایشیاٹک سوسائٹی کے جرنل میں ایک مضمون لکھا جس میں اس نے شعر جاہلی کے تمام ذخیرے کو جعلی قرار دیتے ہوئے اس کا تمسخر اڑایا حالانکہ ذخیرے کو آج تک مشرق و مغرب میں استحسان کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔([23])

مار گولیتھ کو اسلامی علوم میں کافی دسترس حاصل تھی۔ علامہ شبلی نعمانیؒ اس ضمن میں لکھتے ہیں: مار گولیوس نے مسند امام احمد بن حنبلؒ کی ضخیم جلدوں کا ایک ایک حرف پڑھا ہے اور ہم دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں کسی بھی مسلمان مصنف کو اس وصف میں ان کی ہمسری کا دعویٰ نہیں ہو سکتا۔([24]) لیکن افسوس کی بات ہے کہ انہوں نے اپنے اس علم کو کسی مثبت مقصد کی بجائے اسلام دشمنی کے لئے استعمال کیا اور اسلام کے متعلق کذب افتراء کا ایک طوفان برپا کئے رکھا۔ انہوں نے کوشش کی ہے کہ اسلام کے حوالے سے جو کچھ برائی بیان کی جاسکتی ہے وہ بیان کی جائے۔ علامہ شبلیؒ لکھتے ہیں: اس کا اگر کوئی کمال ہے تو یہ ہے کہ سادہ سے سادہ اور معمولی سے معمولی واقعہ کو جس میں برائی کا کوئی پہلو پیدا نہیں ہو سکتا، صرف اپنے طباعی کے زور سے بد منظر بنا دیتا ہے۔([25]) حضرت عمرؓ نے مختلف صوبوں کے قاضیوں کے لئے کچھ اصول اور ہدایتیں لکھی تھی جو سیاسۃالقضاءاور تدبیرالحکم کے نام سے مشہور ہے۔ اس کتاب کے حوالے سے مار گولیتھ نے 1910ء میں ایک مضمون لکھا تھا۔ اس حوالے سے ڈاکٹر حمید اللہؒ لکھتے ہیں: بد قسمتی سے اصل دستاویز کا انگریزی ترجمہ جو مار گولیتھ نے کیا ہے حد درجہ ناقص ہونے کی وجہ سے اس کی اہمیت کا صحیح اندازہ پڑھنے والوں کو بالکل نہیں ہو سکتا۔([26])

مار گولیتھ نے تفسیر بیضاوی سے سورہ آل عمران کا انگریزی میں ترجمہ کیا جو 1894ء میں Chrestomathia Baidawiana کے نام سے شائع ہوا۔ اس کے علاوہ رسائل ابی العلاء المصری کو ایڈٹ کیا۔ ارسطو کی کتاب الشعر بوطیقا کے سریانی اور عربی تراجم بھی شائع کئے اور ان کے یونانی متن کی تصحیح میں کافی کام کیا۔ یاقوت کی معجم الادباء اور السمعانی کی کتاب الانساب کا عکس بھی اس نے شائع کیا۔ برٹش اور مانچسٹر کی لائبریریوں میں عربی قراطیس کی فہرستیں بھی تیار کی۔ علامہ سلمان شمسی ندویؒ نے ان کی چند عربی کتابیں بھی گنوائی ہیں جن میں محمد و مصطلح القرآن مطبوعہ 1905ء، الجامعۃ الاسلامیہ مطبوعہ 1912ء التطورات المبکرہ فی الاسلام مطبوعہ 1913ء شامل ہیں۔([27])

---

[21] ایضاً

[22] محمد زبیر، ڈاکٹر، اسلام اور مستشرقین، مکتبہ رحمۃ للعالمین، لاہور، 1435ھ / 2014ء، ص125

[23] دائرہ معارفِ اسلامیہ، ص317

[24] شبلی نعمانی، سیرۃ النبی، ج1، ص71

[25] شبلی نعمانی، سیرۃ النبی، ج1، ص72

[26] محمد عالم مختار حق، نگارشات ڈاکٹر محمد حمید اللہ، بیکن بکس لاہور، 1434ھ / 2013ء، ص277

[27] ندوی، سلمان شمسی، مولانا، مشہور مستشرقین اور ان کی تصنیفات، اسلام اور مستشرقین، صباح الدین عبد الرحمٰن، دارالمصنفین، اعظم گڑھ، 1427ھ / 2006، ج7، ص238

مار گولیتھ نے جو کام اسلام اور دوسرے میدانوں میں کیا ہے اس سے ان کے علم و فضل کا ثبوت ملتا ہے لیکن ان کی تصنیفات میں تعصب کا بڑا حصہ ہے جس کی وجہ سے انہوں نے بہت سے حقائق کو یا تو مسخ کیا ہے یا کوشش کی ہے کہ ان سے برائی کا کوئی پہلو نکالا جائے۔ اس ضمن میں ادراہ معارف اسلامی میں لکھا ہے: اس طریقِ تصنیف کو خود مغربی علماء نے بھی ناپسند کیا ہے اور مسلمان قاری تو اس سے بجا طور پر برافروختہ ہوتا ہے۔([28])

The Early Development of Mohammedanism

یہ کتاب مار گولیتھ کے ان خطبوں کا مجموعہ ہے جو انہوں نے مئی اور جون 1913ء میں لندن یونیورسٹی میں دیئے تھے۔([29])

اس کتاب کو ویلیمز اینڈ نارگیٹ نے 1914ء میں شائع کیا۔

یہ کتاب آٹھ ابواب اور 259 صفحات پر مشتمل ہے۔ ابتدائی دو ابواب قرآن کے حوالے سے ہیں۔ پہلے باب کا عنوان ہے Koran as the basis of Islam، جبکہ دوسرا باب The Same Continued کے نام سے ہے۔ تیسرا باب The legal Supplement کے نام سے ہے۔ چوتھے باب کا عنوان The Status of tolerated cults ہے۔ پانچوں باب ,The Development of Mohammedan Ethics چھٹا باب Ascetism leading to Pantheism، ساتواں باب The Philosophical Supplement، آٹھواں باب The Historical Supplement کے نام سے ہے۔

مؤلف گولڈ زیہر سے کافی متاثر نظر آتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

Professor Goldziher in his lectures on Islam has provided guidance for all who wish to handle this theme ([30]).

جو لوگ سلام کے موضوع کو سمجھنا چاہتے ہیں ان کے لئے پروفیسر گولڈ زیہر نے اپنی لیکچر میں اسلام کے متعلق کافی رہنمائی فراہم کی ہے۔

مار گولیتھ نے جن ذرائع سے اس کتاب میں استفادہ کیا ہے وہ مسلمانوں کے ہاں کوئی زیادہ مستند ذرائع نہیں ہیں۔ مثلاً ابو طالب مکی کی کتاب قوت القلوب اور ابو نعیم اصفہانی کی کتاب دلائل النبوۃ۔ لکھتے ہیں:

Subject given in lecture v. is mainly based on the Kut al. kulub of Abu Talib Mekki ([31]).

لیکچر پانچ کی بنیاد زیادہ تر ابو طالب مکی کی کتاب قوت القلوب پر ہے۔

The Dala,il al. Nubuwwah of Abu Nuaim ,has furnished material for Lecture viii([32]).

ابو نعیم کی کتاب دلائل النبوۃ سے لیکچر آٹھ کے لئے مواد لیا گیا ہے۔

---

[28] ادارہ معارف اسلامیہ، ج18، ص317

[29] Morgoliouth, David Sameul Morgoliouth, The Early Development of Mohammedanism,Williams and Norgate,14,Henrietta Street, Covent Garden,WC,1913,P.v

[30] Ibid

[3131] Ibid. vii

[32] Ibid

مارگولیتھ نے اس کتاب میں جگہ جگہ ہو سکتا ہے اور ممکن ہے جیسے الفاظ کا بار بار استعمال کیا ہے جو تحقیق کی رو سے ایک کمزور پہلو ہے۔ کیوں کہ جب محقق کو اپنی بات کا مکمل یقین نہ ہو تو وہ اس قسم کے الفاظ کا استعمال کرتا ہے۔ صفحات 9،6،15،32،28،253،200،108،102 اور 31 پر probably and possibly کے الفاظ ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی کئی مقامات پر اس قسم الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے۔

مذکورہ کتاب میں مارگولیتھ نے قرآن، سیرتِ رسول ﷺ، صحابہ کرامؓ اور اسلام کے نظامِ حکمرانی کو خاص طور پر نشانہ بنایا ہے۔

مارگولیتھ نے جو موقف اختیار کیا ہے اس کے مطابق قرآن کی تعلیمات غیر مستحکم اور باہم متضاد ہیں، نیز یہ تعلیمات غیر مستقل ہیں، رسول اللہ ﷺ کے دور میں پورا قرآن لکھا ہوا موجود نہیں تھا اور صحابہ کی اکثریت نے قرآن کو نہیں سمجھا تھا، رسول اللہ ﷺ کے بعد مختلف اوقات میں قرآن میں اضافہ کیا جاتا رہا ہے، اس حوالے سے خلفائے راشدہ کے ادوار کو زیرِ بحث لایا گیا ہے، آپؐ کے اہل بیت اور دیگر صحابہ نے اقتدار کے حصول کے لئے ہر قسم کے ہربے استعمال کئے ہیں۔ اسی طرح اسلامی نظامِ حکومت کے حوالے سے بھی کافی بحث کہ گئی ہے اور اس نظام کو ایک ظالمانہ نظام ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ذیل میں اس حوالہ سے مختصر جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

It follows, then, that Islam has to be preached with the sword([33]).

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اسلام کو تلوار کے زور سے پھیلایا جائے۔

اسلام کے حوالے سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ یہ یہ تلوار کی زور سے نہیں بلکہ مسلمانوں کے اخلاقِ حسنہ کی اور اسلام کی فطری تعلیمات کی وجہ سے پھیلا ہے۔ تلوار کے زور سے کسی کو ایک خاص وقت کے لئے تابع بنایا جاسکتا ہے لیکن یہاں تو صورت حال یہ ہے کہ جو کوئی اس نظام میں داخل ہوتا پھر اس کے لئے اپنا سر بھی قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتا۔

قرآن کی تعلیمات غیر مستقل ہیں

مارگولیتھ قرآن کی تعلیمات کو غیر مستقل سمجھتے ہیں یعنی ان کے دوام کے قائل نہیں ہیں۔ لکھتے ہیں:

At neither the Meccans nor the Medinas period of the Koranic revelation was its nature such as to give it permanence([34]).

مکہ اور مدینہ دونوں میں قرآنی وحی کی نوعیت مستقل نہیں تھی۔

اسی حوالے سے آگے کہا گیا ہے:

When the Prophet went to Madinah the Koran assumed another form, but even it was no more likely to secure permanence. It dealt very largely with current events .... It explained the Moslems

---

[33] Morgoliouth, The Early Development of Mohammedanism, P. 3

[34] Morgoliouth, The Early Development of Mohammedanism, P.13

has been defeated in Uhud, why the Prophet had taken the wife of his adopted son, why he had evaded a promise made to his waves, It defended the honor of Ayishah, it extolled various victories, it threatened the hostile and disaffected. It regulated various forms procedure, the division of inheritances, the attestation of wills, dispute between married couples, the etiquette of the Prophet's court. The interest attaching to few of these subjects would seems to be permanent: when the defeat at Uhud had been wiped out by a signal victory, only antiquarian interest would attach to it, and few would wish to remember the scandal about Aisha([35]).

جب پیغمبر مدینہ گئے تو قرآن نے ایک دوسری شکل اختیار کرلی، لیکن یہاں بھی مستقل نہیں تھیں، اس کا زیادہ تر تعلق مروجہ معاملات کے ساتھ تھا، اس میں بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں کو احد میں شکست کیوں ہوئی، پیغمبر نے اپنے منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح کیوں کیا، اس نے کیوں ایک وعدہ چھپایا جو اس نے اپنی بیویوں سے کیا تھا، اس میں عائشہ کی عصمت کا تحفظ کیا گیا ہے، یہ مختلف
فتوحات کی تعریف کرتی ہے، دشمنوں کو خوفزدہ کرتی ہے، یہ میراث کی تقسیم کا طریقہ بتاتی ہے، شادی شدہ جوڑوں کے درمیان کا
بیان کرتی ہے، پیغمبر کے مجلس کے آداب بتاتی ہے، ان میں سے چند ایک کے متعلق دلچسپی مستقل معلوم ہوتی ہے، جب احد کی شکست ایک علامتی فتح میں بدل گئی تو صرف آثار قدیمہ کے ماہر کی دلچسپی اس کے ساتھ رہ گئی، چند ایک نے یہ چاہا ہوگا کہ حضرت عائشہ کے حوالے سے الزام کو یاد رکھے۔

قرآن کی تعلیمات کا جہاں تک تعلق ہے تو یہ دائمی اور عالمگیر تعلیمات ہیں جو قرآن وسنت سے بالکل واضح ہے۔ ان تعلیمات کے مستقل ہونے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ دنیا میں رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا۔ اسی طرح قرآن کے بعد کوئی دوسری کتاب بھی اللہ کی طرف سے نازل نہیں ہوگی لہٰذا یہ عین فطرت کا تقاضا ہے کہ یہ تعلیمات مستقل اور عالمگیر ہوں۔

قرآن کی تشریح

There are allusions to which the key is lost, though we should have expected that anyone who was in Madinah when the verses were first recited would have been able to explain them. If the commentaries on the Koran compared with, say the Greek comments on Homer, which do not claim to be more than the guesses of a later age and the sense of an ancient text, the difference is scarcely noticeable. The certainty which belongs to the authoritative tradition is wanting in both cases. Both indulge

[35] Ibid, P.14

constantly in what might be called cheap fictions—stories intended to account for the verses such as anyone could invent…….(36)

کچھ اشارے اور کنائے ایسے ہیں جن کی چابی کھو گئی ہے، اگرچہ ہماری توقع ہے کہ جب وہ آیات پہلی تلاوت کی گئی تھی تو مدینہ میں ایسے لوگ موجود تھے جو اس کی تشریح کرسکتے تھے۔ اگر قرآن کی تفاسیر کا موازنہ ہومر پر یونانی خیالات سے کیا جائے تو دونوں میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ دونوں میں سند کے معاملے میں کمی ہے، دونوں کو سستی کہانیاں کہا جاسکتا ہے، آیات سے متعلق جو کہانیاں بیان کی جاتی ہیں وہ کوئی بھی بنا سکتا ہے۔

جہاں تک قرآن کی تشریح کا تعلق ہے تو رسول اللہ ﷺ نے خود صحابہ کرامؓ کو اس بارے میں تمام تفصیلات بتلادی تھی اور کوئی گوشہ قرآن کا ایسا نہیں ہے جس کی تشریح مخفی رہ ہوگئی ہو۔ صحابہ کرامؓ سے یہ تشریح اور تفسیر تابعینؒ کو منتقل ہوئی تھی پھر تابعینؒ سے تبع تابعینؒ نے حاصل کی۔ اس طرح کرتے کرتے یہ تشریحات آج کے دور تک پہنچی اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

سورتوں کی ترتیب

مارگولیتھ کو قرآن کی سورتوں کی ترتیب پر بھی اعتراض ہے، اپنی اس رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قرآن کی سورتوں کی ترتیب کے لئے کوئی اصول مقرر نہیں تھا۔ اسی طرح ایک موضوع پر قرآن میں مختلف قوانین پائے جاتے ہیں جن کے اندر تضاد پایا جاتا ہے۔

ذیل کی عبارت ملاحظہ ہو:

….. The text which claims to be the last in the Koran, "This day I have completed your religion' is not put at the end but in the middle of the volume. The verse have every appearance of being the first text revealed is stowed away not far from the end, and evidently short as the Surah wherein it is inserted, mixed with matter belonging to a different period. We cannot say either why in certain cases several texts are put together to form a chapter. Whereas towards the end of the volume we have a series of Surahs limited to a very few verses a piece´(37)

قرآن کی آخری سورت جس میں یہ کہا گیا ہے کہ "آج کے دن میں تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کردیا" کو آخر میں رکھنے کی بجائے درمیان میں رکھا گیا ہے۔ جو آیات سب سے پہلے نازل ہوئی تھیں انہیں آخر سے تھوڑا دور رکھا گیا ہے اور ایک مختصر سورت میں اس کو درج کیا گیا ہے، اور ایک ایسے مسئلے کے ساتھ ملایا گیا ہے جو مختلف دور سے دور سے تعلق رکھتا ہے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ کیوں مختلف صورتوں میں بہت سی آیات ایک جگہ رکھی گئی ہیں تاکہ ان سے ایک باب بنایا جائے۔ کتاب کی آخر کی طرف ایسے سورتوں کا سلسلہ ہے جو چند آیات پر مشتمل ہیں۔

قرآن کی سورتوں کی جو موجودہ ترتیب ہے یہ توقیفی کہلاتی ہے جو رسول اللہ ﷺ نے خود اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق دی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن لکھا ہوا نہیں اترا بلکہ موقع و محل کے مطابق وقتاً فوقتاً نازل ہوتا رہا ہے۔ مسلمان رسول اللہ ﷺ کے دور سے ہی اس ترتیب کے مطابق اس کو

---

36 Morgoliouth, The Early Development of Mohammedanism,21

37 Morgoliouth, The Early Development of Mohammedanism,31

پڑھتے آرہے ہیں۔ مسلمانوں میں سے کسی نے آج تک اس ترتیب پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ لہٰذا مار گولیتھ کا اعتراض کرنا تعصب پر مبنی ہے جس کی وجہ سے وہ شکوک وشبہات پیدا کرنا چاہتا ہے۔

تضحیک آمیز انداز

قرآن کے متعلق تضحیک آمیز انداز اختیار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

When Bonapart asked some sheiks whether the Koran in its complete account of everything including formula for the casting of cannon and making of gunpowder, they had to reply that it did, though they admitted not everyone would know how to find them([38])

جب بوناپارٹ نے کچھ مسلمان شیخوں سے پوچھا کہ قرآن میں تمام چیزوں کی تفصیلات موجود ہیں تو کیا اس میں توپوں اور بارود بنانے کا فارمولا بھی پایا جاتا ہے، انہوں نے جواب دیا کہ ہاں ہے لیکن ہر کوئی معلوم نہیں کر سکتا۔(اس سے پہلے قرآن کی مختلف آیات دی گئی ہیں جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ قرآن میں ہر چیز کی تفصیلات موجود ہیں اشارہ ہے آیت تفصیلا لکل شئی کی طرف ہے)

قرآن میں تمام تفصیلات کے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں زندگی گزارنے کے لئے جن اصولوں کی ضرورت ہے وہ تمام اصول اس کتاب میں بیان کر دئے گئے ہیں۔ بوناپاٹ کا قصہ ذکر کرنا ایک تمسخر آمیز یا ایک مذاق کی بات ہے جو ایک سنجیدہ انسان کو زیب نہیں دیتا۔ مار گولیتھ کے اس نکتے سے ان کی ذہنیت کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ اسلام کے خلاف وہ کس حد تک جا سکتا ہے۔

قرآن کے احکامات غیر مستحکم اور باہم متضاد ہیں

اس حوالے سے قرآن کے مختلف موضوعات کی تفصیل دی گئی ہے جس کی مختلف تفصیلات مختلف سورتوں میں بیان ہوئی ہیں، مثلاً حلال اور حرام کی بحث جو مختلف سورتوں میں بیان ہوئی ہے۔ اس ضمن میں مختلف آیات کا ترجمہ دیا گیا ہے، جس کی تفصیل یہ ہے:

But whether the collection of Surahs was intended as a manual of either ritual, law, civil and criminal, or of ethics, its utility was decidedly limited. In the first place there is no principle of arrangement, whence whole book must be perused in order to find the enactment on any subject. In the second place the enactments on the same subject are apt to be numerous and contra dictionary. We may take the case of lawful foods([39]) .

---

[38] Morgoliouth, The Early Development of Mohammedanism,41۔

[39]Morgoliouth, The Early Development of Mohammedanism,P.44

جہاں تک سورتوں کی جمع کرنے کا معاملہ ہے چاہے وہ عبادات سے متعلق ہو، شہری یا فوجداری قانون سے متعلق ہو یا اخلاقیات سے متعلق ہوں، اس کا حتمی فائدہ محدود ہے۔ جب پورے قرآن کا مطالعہ کیا جائے تو تا کہ کسی موضوع پہ کوئی قانون مل جائے تو کہ اس کی ترتیب کے لئے کوئی اصول نہیں ہیں۔ دوسری بات یہ کہ یہ قوانین ایک ہی موضوع کے حوالے سے زیادہ اور باہم متضاد ہیں۔ ہم حلال کھانوں کا معاملہ لے سکتے ہیں۔

قرآن کے احکامات میں کوئی تضاد موجود نہیں ہے جس طرح مار گولیتھ نے دعویٰ کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک جگہ اگر بات کو اجمالاً بیان کیا گیا ہے تو دوسری جگہ اس کی تفصیل ہے۔ اسی طرح کہیں تدریج کا خیال رکھتے ہوئے ابتدائی ایک حکم دیا گیا ہے اور بعد میں اس حکم کو مزید واضح کیا گیا ہے۔ مار گولیتھ اگر اس کو تضاد سمجھتے ہیں تو ان کی عقل پر افسوس ہی کیا جا سکتا ہے۔

اسلام اور جنگی جنون

اس حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کے لئے عقل مندی کی بات یہ تھی کہ اپنے دشمن سے صرف اس صورت میں جنگ کی جائے جب انہیں شکست دینے کا اچھا موقع ہو۔ اسی طرح کہا گیا ہے کہ قرآن کی سورہ توبہ میں میدانِ جنگ حنین کا باقاعدہ نام لے کر ذکر کیا گیا ہے۔ اس وجہ سے سورہ توبہ کو مار گولیتھ ایک وحشی دستاویز کہتا ہے۔

It is clearly an untenable view that the moral law can vary with the varying conditions of od an individual or of a community: it may be wise to fight with unbelievers only when there is a good chance of defeating them, but the question whether it is right or not to do cannot be settled on this on this ground. On this subject however we have a series of utterances which steadily increases in intolerance until they culminate in the ferocious document that forms Surah ix. We can indeed the agitation of the Prophet in that Surah by the fact that he mentions a battlefield by name -Hunain,([40])

یہ ایک ناقابل تردید بات ہے کہ اخلاقی قانون ایک فرد یا جماعت کے بدلتے حالات کے ساتھ بدلتا ہے، یہ عقل مندی ہو گی کہ غیر مسلموں سے صرف اسی صورت میں جنگ کی جائے جب انہیں شکست دینے کا موقع ہو، مگر یہ سوال کہ ایسا کرنا درست ہے یا نہیں یہ یہاں فیصلہ نہیں ہو سکتا، اس موضوع پر ہمارے ساتھ گفتگوؤں کا ایک سلسلہ ہے جس میں عدم برداشت آہستہ آہستہ بڑھتا ہے یہاں تک کہ۔۔۔ میں عروج پر پہنچ جاتا ہے جو سورہ 9 (توبہ) کی شکل اختیار کرتی ہے۔ ہم یقینی طور پر پیغمبر کے اشتعال کو اس سورہ میں اس حقیت سے ناپ سکتے ہیں کہ اس نے ایک میدان جنگ حنین کا نام لے کر ذکر کیا ہے۔

اہل بیت اور صحابہ کرامؓ

اہل بیت اور دوسرے صحابہ کرامؓ کے متعلق کہتے ہیں کہ ان کے اندر نفرت، کینہ اور حسد جیسی برائیاں پیدا ہو گئی تھیں۔

---

[40] Morgoliouth, The Early Development of Mohammedanism, P.49

The ordinary ills of humanity, envy, hatred, and malice seem to have been rife even in the Prophet's household, and the Shiites seem historically correct in asserting that after his death his staff subordinated all other considerations to an intrigue for the succession([41])

ایسالگتاہے کہ پیغمبر کے اہل بیت بھی عام انسانی امراض جیسے حسد، نفرت اور کینہ سے پاک نہ تھے اور اہل تشیع کا یہ مؤقف تاریخی طور پر درست دکھائی دیتاہے کہ آپؐ کی وفات کے بعد آپؐ کے عملے نے خلاافت کو حاصل کرنے کے لئے ساری سازشی حربے استعمال کئے۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

The Prophet successors and bosom friend, according to the best authorities, deprived the Prophet's daughter of her property in order to avenge an insult which his own daughter had received some years before. And in general, little love seems to have been lost between the companions of the Prophet([42])

پیغمبر کے جانشین اور جگری دوست نے آپؐ کی بیٹی سے اپنی بیٹی کی تذلیل کابدلہ لینے کے لئے اس کو اپنی جاگیر سے محروم کر دیا، اور عموماً آپؐ کے صحابہ کے مابین بہت ہی کم محبت باقی رہتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔

مسلمان حکمران اور غیر مسلم رعایا

مسلمان حکمرانوں کو مار گولیتھ ظالم اور جابر حکمران ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔اس ضمن میں لکھاہے کہ مسلمانوں کے تحت جو غیر مسلم ذمی کی حیثیت سے زندگی بسر کر رہے تھے مسلمانوں نے ان کے ساتھ ظلم کیاہے اور مسلمانوں کو ان کے مسائل کے ساتھ کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی۔

The history of Christian communities under Moslem rule cannot be adequately written, the members of those communities had no opportunity of describing their condition safely, and the Moslem naturally devote little space to their concerns. Generally speaking they seem to have been regarded as certain old Greek and Roman sages regarded women: as a necessary annoyance. owing to their being unarmed their prosperity was always hazardous, and though it is true that this was the case with all the subjects of a despotic state under an irresponsible ruler, the non Moslem population was at the mercy of mob and as well as of the sovereign, they were likely scapegoats whenever there was distress, and even in the best governed countries periodic of distress frequently arise. Owing to the unequal assessment of their rights as compared with those of the Moslems, wrongs committed by them against Moslem

---

[41] Morgoliouth, The Early Development of Mohammedanism, P.58

[42] Ibid,P.59

were likely to meet with terrible punishment, whereas wrongs committed upon them were likely to go unpunished([43])

دوسرے اقوام سے ٹیکس وصول کرنا

It is highly creditable to the Prophet himself that he devised a system whereby the Moslems should be able to live by a tax on other communities, whom therefore they would have interest in preserving. And it was afterwards found that his practice in the matter of destroying the property of enemies was regulated by economical doctrine. Where he felt sure of ultimate victory, he spared the property as much as possible, since it would ultimately become the possession of the Moslems, its owner being either slaughtered or enslaved,([44])

اس بات کا سہرا پیغمبر کے سر کہ انہوں نے ایک ایسا نظام بنایا جس میں مسلمان اس قابل تھے کہ وہ دوسرے اقوام کے ٹیکسوں پر اپنی زندگی گزارتے تھے، اور وہ اس نظام کو باقی رکھنے کے خواہاں تھے۔ بعد میں یہ معلوم ہوا کہ دشمنوں کی جائدادوں کو تباہ کرنے کو معاشی نظریے کے تحت قانونی شکل دی گئی۔ جہاں اسے محسوس ہوا کہ فتح یقینی ہے تو دشمنوں کے جائدادوں کو جہاں تک ہو سکتا تھا باقی رکھا گیا کیوں کہ یہ بعد میں مسلمانوں کے قبضے میں آنا تھا۔ اس کے مالک کو یا تو غلام بنایا گیا یا قتل کر دیا گیا۔

مسلمان حکمرانوں نے دوسرے اقوام سے ٹیکس وصول کیا ہے یہ بات درست ہے لیکن یہ ٹیکس وصول کرنا اس لئے نہیں تھا کہ مسلمان اسی پر تکیہ کر کے بیٹھ جائے اور اپنی تمام زندگی کو اسی پر موقوف کر دیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو ٹیکس غیر اقوام سے لیا گیا وہ مسلمانوں کی خدمت کا صلہ تھا جو وہ غیر مسلم اقوام کے لئے سرانجام دیتے تھے۔ جب کبھی ایسی صورت حال پیش آئی ہے کہ مسلمان ان کی خدمت کے اہل نہیں رہے تو انہوں نے وہ ٹیکس واپس کر دیا ہے، تاریخ میں ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔

مسلمان حکومت کے تحت جو غیر مسلم رہے ہیں مسلمانوں نے ان کا ہر طرح سے خیال رکھا ہے۔ اس معاملے میں انہوں نے کسی قسم کی کوتاہی برداشت نہیں کی۔ غیر مسلموں کو ہر طرح کے حقوق دئے گئے تھے۔ تاریخ میں ایسی مثالیں موجود ہیں کہ غیر مسلموں نے کئی موقعوں پر اس بات کا اظہار کیا ہے کہ وہ اپنے حکمرانوں کی بجائے مسلمانوں کے تحت خوش ہیں۔ یہ اعتراض بھی مارگولیتھ نے لوگوں کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے کے لئے اٹھایا ہے ورنہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔

قرآن اور مابعد الطبیعیاتی امور

As "a detailed account of everything" the Koran might reasonably be expected to give clear and satisfactory answers to those questions which come within religious metaphysics e.g responsibility, and the nature of the soul and of God. Possibly a

---

[43] Morgoliouth, The Early Development of Mohammedanism, P.158

[44] Morgoliouth, The Early Development of Mohammedanism, P.136

consistent system on these subjects is scarcely attainable, and one of even ostensible consistency can only be devised by patient study and purely objective speculation. The Prophet active and busy life neither favored nor even permitted such processes; whence, when these questions became troublesome, they had to be answered as best suited the immediate need. Thus the Prophet's first and main message appears to have been to warn his countrymen of an approaching day of judgment, accompanied by the resurrection of the dead([45])

ہر چیز کے ایک مفصل بیان ہونے کی حیثیت سے قرآن سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ مذہبی مابعد الطبیعیات، مثال کے طور پر روح اور خدا کی ذمہ داری اور اس کی نوعیت، کے بارے میں واضح اور اطمینان بخش جوابات فراہم کرے۔ ممکنہ طور پر اس موضوع پر ایک متواتر نظام بمشکل حاصل ہوتا ہے یہاں تک کہ ایک ظاہری ساتواتر بھی محنت طلب مطالعے اور خالص سوچ وبچار کے بعد وضع کیا جاسکتا ہے۔ پیغمبرؐ کی فعال اور مصروف زندگی نے ایسے طریقہ ہائے کار کو نہ ہی پسند کیا اور نہ ہی اس کی اجازت دی۔ اس لئے جب اس قسم کے سوالات نے تنگ کرنا شروع کیا تو وقتی ضرورت کے پیشِ نظر اُن کے جوابات دئے گئے۔ پس پیغمبرؐ کے پیغام کا پہلا اور بنیادی مقصد اپنے ہم وطنوں کو قیامت کے دن سے ڈرانا تھا۔

قرآن بنیادی طور پر ہدایت کی کتاب ہے۔ اس میں اگرچہ بعض مابعد الطبعیاتی امور کا ذکر کیا گیا ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کی ذات اس کی صفات، سورج، چاند اور تاروں وغیرہ کا وجود۔ لیکن اس بارے میں قرآن نے یہ تصریح کی ہے کہ اس کتاب میں بعض آیات محکمات ہیں جو کتاب کی اصل ہیں اور بعض متشابہات ہیں جن کا علم اللہ کے علاوہ کسی اور کو نہیں ہے۔ لہٰذا کسی منصف مزاج آدمی کا کام یہ نہیں ہے کہ وہ متشابہات کے پیچھے پڑھ جائے۔

سیرت النبیؐ میں افسانوی رنگ

With regard to the life of the Prophet it was embellished were rarely such as to impair the historical narrative….The canon we have seen to be assumed or formulated, that the Prophet's practices should be preferred to the product of the reasoning faculty, was a safeguard against serious misinterpretation of his career; for since a thing was right because he had said or done it, his character would not suffer from anything that might be recorded about him([46])

پیغمبر کی زندگی کو جن افسانوں سے مزیّن کیا گیا تھا وہ تاریخی روایات سے مطابقت نہیں کھاتی، اس معاملے میں جو قانون بنایا گیا تھا وہ یہ تھا کہ پیغمبر کی سُنت کو عقل پر فوقیّت حاصل ہے اور یہ اُن کے غلط کردار کے لئے ایک ڈھال تھا۔ کیوں کہ وہی چیز ٹھیک تھی جو انہوں نے کی یا کہی۔ اس طرح اُن کا کردار کسی بھی چیز سے متاثر نہیں ہو گا جو اُن کے متعلق کہی گئی۔

---

[45] Morgoliouth, The Early Development of Mohammedanism,.P.201

[46] Morgoliouth, The Early Development of Mohammedanism, P.238

رسول اللہ ﷺ کی سیرت کی بنیاد ٹھوس علمی ذرائع پر ہیں جن کی تصنیف و تالیف میں مسلمان اہلِ علم نے اپنی زندگیاں کھپائی ہیں۔ اس میں کسی قسم کا کوئی افسانوی رنگ موجود نہیں ہے۔ اگر کسی نے اپنی طرف سے کوئی آمیزش کی ہے تو مسلمان اہل علم نے ان کی نشاندہی کی ہے اور اسمالرجال کے نام سے ایسے فن کی ایجاد کی ہے جو دنیا کی تاریخ میں اس سے پہلے کبھی نہیں ملتی۔ اس علم کی وجہ سے ہر قسم کی دروغ گوئی اور آمیزش جو اسلامی علوم میں کرنے کوشش کی گئی ہے ان کا راستہ روکا گیاہے اور مسلمانوں کے پاس جو سیرت موجود ہے وہ خالص وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں سرانجام دیا تھا۔ اس باب میں مارگولیتھ کو کم از کم یہ تذکرہ ضرور کرنا چاہئے تھا کہ کس طرح مسلمان اہل علم و فن کھرے اور کھوٹے کو علیحدہ کیا ہے ۔ لیکن ان کا کام چونکہ غلط فہمی پیدا کرنا ہوتا ہے لہٰذا وہ ہر قسم کی درست بات بتانے سے گریز کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی سنت کو عقل پر فوقیت اس لئے حاصل ہے کہ انسانی عقل آپس میں مختلف ہیں جس کی وجہ سے ان میں کسی کو معیار نہیں بنایا جاسکتا ۔ اس کے برعکس رسول اللہ ﷺ کے فرامین وحی پر مبنی ہوتے ہیں جو ظاہر ہے کہ ہر لحاظ سے مکمل ہے۔

خلاصہ بحث

درج بالا بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ مذکورہ کتاب میں مارگولیتھ نے انتہائی اہم موضوعات کے متعلق سوال اٹھایا ہے۔ یہ وہ موضوعات ہیں جن کی بنیاد پر اسلام کی پوری عمارت کھڑی ہے، اگر ان میں کوئی رخنہ پیدا ہو جائے تو یقیناً عمارت کا کھڑا ہونا ممکن نہیں رہتا۔

مارگولیتھ نے پوری کوشش کی ہے کہ مذکورہ موضوعات کے حوالے سے اسلام کے متعلق غلط فہمیاں پیدا کی جائے تاکہ غیر مسلموں کے ساتھ مسلمانوں کے دلوں میں بھی اضطراب پیدا ہو جائے جو مستشرقین کا خاص ہدف اور مقصد ہے تاہم ان اعتراضات کا حقیقت کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں ہے۔([47])

[47] مارگولیتھ کے ان اعتراضات کا جائزہ راقم نے اپنے ایم فل مقالے بعنوان: مارگولیتھ کی کتاب The Early Development Of Mohammedansim میں لیا ہے ۔ یہ مقالہ جامعہ ملاکنڈ میں ڈاکٹر جانس خان کی سرپرستی میں سیشن: 2019-21 میں لکھا گیا تھا، تفصیلات وہاں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

تبصرہ نگار: ڈاکٹر محمد عرفان (معاون مدیر 'استشراق)

تخلیقِ آدم اور نظریہ ارتقاء (جدید فکریات کے تناظر میں)

مصنف: ذکی الرحمٰن غازی مدنی ناشر: ادارہ تحقیقات تعدادِ صفحات: 190 پہلی اشاعت: 2023ء

مصنف کا تعارف:

مولانا ذکی الرحمٰن غازی مدنی کا شمار بھارت کے جدید اور متحرک مسلم لکھاریوں میں ہوتا ہے۔ 1984ء میں پیدا ہوئے اور اب تک تقریباً ساٹھ کے قریب کتب کے مولف اور مترجم ہیں۔ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے بھی تعلیم حاصل کی۔ مولانا ندویؒ، مولانا مودودیؒ اور فراہی فکر سے خاصے متاثر نظر آتے ہیں۔ ان کی تحاریر میں ایک تنوع پایا جاتا ہے، عقائد، تفسیر، حدیث، سیرۃ، تاریخ، سائنس، تہذیب و تمدن، معاشرتی مسائل، جدیدیت اور بھارت میں رہتے ہوئے مسلمانوں کے مسائل کے حوالے سے لکھ چکے ہیں۔ درجن بھر عربی کتب کے تراجم کر چکے ہیں، ڈاکٹر گیری ملر کی کتاب "The Amazing Quran" کا بھی اردو میں "حیرت انگیز قرآن" کے نام سے ترجمہ کر چکے ہیں۔ (تلاش بسیار کے بعد بھی مصنف کا تفصیلی تعارف حاصل نہیں ہو سکا)۔

جائزہ کتاب

اس کتاب کو آٹھ مباحث میں تقسیم کیا گیا ہے۔

1۔ سائنس پرستی 2۔ تخلیقِ آدمؑ 3۔ نظریہ ارتقاء

4۔ نظریہ ارتقاء کا ارتقاء 5۔ ڈارون کا نظریہ ارتقاء 6۔ نظریہ ارتقاء کا محاکمہ

7۔ نظریہ ارتقاء اور جدید مفکرین 8۔ قرآنی قصے اور جدید مفکرین

پہلے مباحثے میں مصنف نے سائنس کا ہلکا پھلکا سا تعارف کروایا اور اپنی ساری گفتگو کو جدید پیرائے "سائنس پرستی" کی طرف موڑ لیا۔ کتاب کے اس مباحثے کی ابتداء ہی میں الحاد کو سائنس کا اولین مقصد (مولانا کے نزدیک) قرار دیا۔ ابن العربی کی تفسیر اور کتب کو الحاد کی فیکٹری قرار دیا۔ اس جدید رویے 'سائنس پرستی' کو جدید قلمکاروں کے ساتھ جوڑ دیا۔ اس باب میں قرآن مجید کی 4 آیات متن کے ساتھ بیان کیں اور ان مفسرین کی تفاسیر بیان کیں، جنہوں نے سائنس کو بھی اپنی تفاسیر میں بطور حوالہ پیش کیا تھا۔ ان میں علامہ رشید رضا کی تفسیر المنار، علامہ ابن عاشورؒ کی تفسیر 'التحریر والتنویر'، شیخ طنطاوی جوہری کی 'الجواہر فی تفسیر القرآن'، احمد مصطفیٰ مراغی کی 'تفسیر المراغی' احمد فائق رشد کی 'تفسیر القرآن من القرآن'، احمد مظہر العظمۃ کی 'تفسیر جزء تبارک' کے حوالے بیان کیے۔ دوسرے مباحثہ میں تخلیقِ آدم علیہ السلام کے ضمن میں قرآنی و اسلامی موقف بیان کیا گیا اور اس

کے لیے مصنف موصوف نے آٹھ قرآنی آیات بطور ثبوت پیش کیں۔ تیسرے مباحثہ میں نظریہ ارتقاء کی تعریف پیش کی گئی ہے اور اس نظریہ کی تفہیم کے لیے باقاعدہ ایک پورا پیرا سپردِ تحریر کیا گیا ہے۔ اس مباحثہ میں ارتقائی نظریہ میں انسان کو شامل کیا گیا کہ کیا انسان بھی قانونِ ارتقاء کے تحت حیوانیت سے انسانیت کی طرف منتقل ہوا ہے، تو اس کے جواب میں مصنف نے تین نظریات پیش کیے۔ پہلا نظریہ مذہبی ہے، دوسرا نظریہ خالصتاً مادہ پرستانہ ہے جس کے مطابق انسان بندر سے مختلف ارتقائی مراحل کے بعد انسان کے روپ تک پہنچا ہے۔ جبکہ تیسرا نظریہ فرانسیسی سائنسدان کو پیئر نے 'نظریہ آفت گیری' (Catastrophism) پیش کیا گیا۔ چوتھے باب میں ڈارون کے نظریہ ارتقاء سے قبل جن افراد نے یہ نظریہ پیش کیا تھا، اس کے متعلق مصنف نے گفتگو کی ہے۔ اس حوالے سے خواجہ حسن بصریؒ، امام رازیؒ اور ابو العلاء المشعری (شاعر) بھی نظریہ ارتقاء کے قائل تھے لیکن مصنف نے اس موقف کے بیان کے ساتھ ہی اس کو رد کر دیا۔ مسلمان علمائے فلاسفہ احمد بن سہل البلخی، ابن مسکویہ، ابن خلدونؒ اور اخوان الصفا کے نظریات کو بیان کیا ہے۔ انگریز علماء میں سے لامارک، ہیگل نے بھی ڈارون سے پہلے نظریہ ارتقاء پیش کر دیا تھا۔ مصنف کے مطابق ہیگل کو نظریہ ارتقاء کی الحادی تعبیر کی وجہ سے شہرت نصیب ہوئی۔ پانچویں باب میں ڈارون کے نظریہ ارتقاء کو مختصر اور جامع طور پر بیان کیا ہے۔ اس باب میں نظریہ ارتقاء کے چار اصولوں تنازع للبقاء (Struggle for Existance)، طبعی انتخاب (Natural Selection)، ماحول سے ہم آہنگی (Adaptation) اور قانونِ وراثت (Law of Inheritance) کو مختصراً بیان کیا گیا ہے۔ چھٹے باب میں ڈارون کے نظریہ ارتقاء پر نقد کیا گیا ہے۔ یہ نقد اس نظریے میں موجود خلاء کی وجہ سے بھی ہے اور علمی طور پر بھی خاصا مواد موجود ہے کہ اس نظریے کا انکار کر دیا جائے۔ مصنف موصوف نے اس باب میں نظریہ ارتقاء کے چار اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے جو اعتراضات وارد کیے ہیں، وہ خاصے کام کے ہیں۔ اس باب میں ان انگریز علماء کے اقتباسات کو شامل کیا گیا ہے جو نظریہ ارتقاء کی تائید نہیں کرتے لیکن صرف اس وجہ سے یقین کرتے ہیں کہ اگر اس کا انکار کیا جائے گا تو مذہب اور مذہبی پابندیوں کو ماننا پڑے گا۔

اس کتاب کی زبان سادہ اور عام فہم ہے۔ اقتباسات کے ساتھ ہی حوالہ جات درج کیے گئے ہیں۔ اقتباسات کے اندراج میں ترجمہ متن سے پہلے دیا گیا ہے اور اس کے بعد مصنف نے اپنا تبصرہ پیش کیا ہے۔ فہرست عنوانات بڑی جامع ہے اور کتاب میں عنوان کے عین مطابق مواد جمع کیا گیا ہے۔

اس کتاب میں مولانا غازی نے جمال الدین افغانیؒ (م: 1897ء)، سر سید احمد خاںؒ (م: 1898ء)، مفتی عبدہ (م: 1905ء)، ڈاکٹر شبلی شمیل (م: 1917ء)، علامہ رشید رضا (م 1935ء)، فرید وجدی (م 1954ء)، عبد الکریم خطیبؒ (م 1985ء)، علی نصوح الطاہر اور ڈاکٹر مصطفیٰ محمود (م: 2009ء) کو جدید مفکرین میں شمار کیا ہے۔ کتاب سے عمومی تاثر یہ ابھر کر سامنے آتا ہے کہ یہ کتاب درحقیقت مفتی عبدہ اور علامہ رشید رضا سے حد درجہ نفرت اور ان کی فکر سے مخالفت میں لکھی گئی ہے۔ کتاب کے مطالعہ کے بعد بغیر کسی تردد کے قاری یہ نتیجہ اخذ کر سکتا ہے کہ مصنف کی پوری کوشش یہی ہے کہ درج بالا تمام علماء بالعموم اور مفتی عبدہ اور علامہ رشید رضا بالخصوص، کو جاہل، منافق، اسلام دشمن اور ملحد ثابت کیا جائے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

"خلاصہ کلام یہ ہے کہ عبد الکریم الخطیب ہوں یا محمد عبدہ اور رشید رضا وغیرہ عقل پرستوں کا ٹولہ ہو، ان کی تحریف نما تفسیروں کو دیکھ کر لگتا ہے کہ یہ پہلے سے ذہن میں ایک خیال اور نظریہ بٹھا لیتے ہیں اور پھر اس کے تحت اور اس کی مطابقت میں قرآن کو لانا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے گمراہ کن افکار و

نظریات کو شرعی تقدس اور دینی جواز بخشنے کے لیے انہیں قرآنی تفسیر کا نام دیتے ہیں۔ اس طریقے سے تفسیر کے نام پر بڑے بڑے انحرافات کا پرچار ہوا ہے۔"(ص:112)

ان علماء کے حوالے سے تحقیقی و شائستگی کی بجائے عامیانہ اور بازاری زبان کا استعمال عام کیا گیا ہے۔ انہیں منافق و جاہل بھی کہا گیا، انہیں لذتوں کا لالچی بھی قرار دیا گیا اور ان کے افکار کے لیے 'بکواس'، 'بے ہودہ' اور 'لغو' وغیرہ جیسے الفاظ کا عام استعمال کیا گیا۔ مولانا رقمطراز ہوتے ہیں:

"پھر محمد عبدہ اور رشید رضا سمیت عقلیت نواز جملہ مفکرین و مفسرین کا یہ طرزِ عمل کتنا مضحکہ خیز اور منافقانہ ہے کہ مستند ترین احادیث کو اسرائیلیات کہہ کر رد کر دیتے ہیں اور جہاں اپنا الو سیدھا ہوتا دکھائی پڑے، وہاں اساطیر اور خرافات کو بھی دلیل بنا لیتے ہیں۔ اب یہاں دیکھو کہ محمد عبدہ نے پوری بے شرمی اور ڈھٹائی سے یہ خیالی کہانیاں بہ طور دلیل پیش کی ہیں کہ دنیا میں حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے جنات آباد تھے، یا کوئی دوسری مخلوق رہتی تھی جس کا نام "الحن والبن" یا "الطم والرم" تھا۔ یہ لوگ اعتراف کر رہے ہیں کہ دینِ اسلام میں ایسی کوئی دلیل یا سند نہیں ہے جس کی وجہ سے ان کہانیوں کو لائقِ اعتبار سمجھا جائے مگر پھر انہی کہانیوں اور جاہلی اساطیر کو بنیاد بنا کر اتنا بڑا دعویٰ کر دیتے ہیں کہ دنیا میں آباد ہونے والی ذی عقل مخلوق کے پہلے فرد حضرت آدم علیہ السلام نہیں تھے۔ یہ حد درجہ حماقت خیز دعویٰ ہے، جسے دلیل تو کیا شبہِ دلیل کے خانے میں بھی نہیں رکھا جانا چاہیے۔ یہ تفسیرِ قرآن کے نام پر تحریفِ دین کی سازش اور کوشش ہے جس پر خاطر خواہ احتساب ہونا چاہیے۔"(ص:79)

مطالعہ کتاب کا ماحصل یہ ہے کہ مولانا ذکی الرحمان غازی نے اپنا میدانِ مطالعہ چھوڑ کر ایسے میدان میں کودنے کی کوشش کی ہے جس کی اساسیات سے بھی نابلد ہیں۔ انیسویں اور بیسویں صدی کے علماء کے ماحصل کو جدیدیت کا نام دے کر ان پر طعن و تشنیع کی گئی اور تحقیق کے بنیادی اصول کو مد نظر نہ رکھ سکے کہ جب انہوں نے اپنی کتب و تفاسیر مرتب کیں تو حالات کیا تھے، سیاسی، معاشی اور مذہبی کونسے چیلنجز تھے جن سے مسلم امہ نبرد آزما تھی، مسلم سماج کن تبدیلیوں کا سامنا کر رہا تھا، عالمگیریت اور سامراجیت نے کس طرح مسلم معاشروں کو اپنے زیرِ تسلط کیا ہوا تھا؟ مسلمانوں پر کس طرح کی پابندیاں تھیں اور سائنس و ٹیکنالوجی کے حالات کیا تھے وغیرہ۔ 2024ء میں بیٹھ کر 1924ء کے حالات پر تبصرہ کرنے سے پہلے لازمی ہے کہ اس سارے زمانے کا مطالعہ کیا جائے اور ان حالات اسی تناظر میں پرکھا جائے ورنہ تحقیق و تنقید کارگر نہ ہو گی۔

تعارف کتاب

نام کتاب: حدیث پر مستشرقین کے اعتراضات کا تحقیقی جائزہ Shorter Encyclopedia of Islam کے تناظر میں / مصنف: پروفیسر حافظ حسن عامر / ناشر:۔ ورلڈ ویو پبلشرز لاہور

انسٹی ٹیوٹ آف اوریئنٹلزم میانوالی اور ششماہی مجلہ "استشراق" کی انتظامیہ ادارے اور مجلے کے مقاصد کے پیشِ نظر رکھتے ہوئے اردو زبان میں استشراق کے موضوع پر ہونے والے کام کو ایک منظم اور مربوط کرنے کے لیے کوشاں ہے۔ زیرِ نظر کا کتاب کا تعارف بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ مستشرقین نے اسلام کے مختلف پہلوؤں پر نقد کیا، ان میں ایک پہلو حدیث رسول ﷺ بھی ہے۔ مغرب میں حدیث پر نقد میں گولڈ زیہر اور جوزف شاخت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اوران کی تحقیقات نے مغرب میں فہمِ حدیث کے لیے نئے دروازے کھولے ہیں۔ اور مؤخر الذکر نے جو تھیوریز پیش کی ہیں۔ اس پر بین الاقوامی جامعات میں مستقل نوعیت کے مقالات لکھے گئے ہیں۔ مسلم اسکالرز میں ظفر اسحاق انصاری نے اس کی ایک تھیوری پر مستقل مقالہ لکھا۔

زیر تبصرہ کتاب Shorter Encyclopedia of Islam میں حدیث کے موضوع پر لکھے گئے مقالہ پر نقد ہے، اس کے مرتبین ایچ۔ اے۔ آر گب اور جے۔ ایچ۔ کریمرز ہیں۔ محقق نے اپنی کتاب میں مغرب میں لکھے گئے مختلف انسائیکلوپیڈیاز کا ذکر کیا ہے۔ اور زیرِ نظر انسائیکلوپیڈیا کا جامع تعارف دیا ہے اور مرتبین کی علمی خدمات کا تعارف بھی دیا ہے۔ ذیل میں کتاب کی ابواب کا تذکرہ کیا جارہا ہے:

باب اول: حدیث، باب دوم: تحریک استشراق، باب سوم: شارٹر انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کا تعارف، باب چہارم: شارٹر انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے اسناد حدیث پر اعتراضات، باب پنجم: شارٹر انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے درایت حدیث پر اعتراضات، باب ششم: عہد حاضر میں رد استشراق کی ضرورت اور اہمیت، باب ہفتم: ماحاصل

کتاب کے چوتھے باب کو اسناد حدیث پر مستشرقین کے اعتراض کے لیے مخصوص کیا گیا ہے۔ محقق نے پہلے مستشرقین کی طرف سے وارد اعتراض لکھا، پھر اس کا جواب لکھا، اسی طرح پانچویں باب کو درایتِ حدیث کے لیے مخصوص کیا گیا ہے۔ باب ششم کو عصر حاضر میں ردِ استشراق کی ضرورت واہمیت کے نام سے لکھا گیا ہے۔ کتاب کے آخر میں اشاریہ بھی دیا گیا ہے جو نام، کتب ورسائل اور مقامات کے حوالے سے بنایا گیا ہے۔

اس کتاب کو ہر اس طالب علم کی لائبریری میں ہونا چاہیے جو استشراق کے مطالعے کی دنیا میں قدم رکھ رہا ہے اور اس کے علاوہ علمِ حدیث کی تدریس میں علماء کو بھی اس پر ایک نظر ڈالنی چاہیے تاکہ ان کو یہ معلوم ہو سکے کہ عصری علوم میں زیرِ نظر موضوع پر کیسے کام ہو رہا ہے۔

یہ کتاب بنیادی طور پر ایک مقالہ ہے جو جامعہ کراچی سے ایم فل کی ڈگری کے حصول کے لیے لکھا گیا ہے، یہ اس پہلو سے خوش آئند بات ہے کہ جامعات میں لکھے جانے والے مقالات کی اکثریت اس کو چھپوانے میں دلچسپی نہیں رکھتی، اس کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ اگر مؤلفین اور ناشرین کتاب کے ساتھ اصل مضمون یا کتاب چھاپ دیں تو یہ علمی طور پر بہت بڑی خدمت ہو گی۔ ظاہر بات ہے کہ محقق بعض اوقات ایسے حوالہ جات کا اہتمام کرتا ہے، جو اس کے مقالے کے مقاصد کے قریب تر ہوتے ہیں۔ اور اس موضوع میں دلچسپی رکھنے والے اس موضوع پر مکمل معلومات کے طلبگار ہوتے ہیں اور اگر محقق کتاب یا مضمون کا مکمل ترجمہ الگ سے چھپوانے کی کوشش کرے تو سینئر محققین اس کی شائع شدہ کتاب کے بہترین نکات کی نشاندہی کر سکتے ہیں کیونکہ محقق دورانِ تحقیق بڑے دباؤ کا شکار ہوتا ہے اور نادانستہ طور پر وہ کئی اہم پہلو فراموش کر بیٹھتا ہے۔ اگر ایسے موضوعات پر دو حصے کر دیے جائیں یعنی ایک حصے میں اصل کتاب کا متن اور اردو ترجمہ اور دوسرے حصے میں محقق کی تحقیق کا شائع کر دیا جائے تو بہت بہتر ہو گا۔ اگر ضخامت کا خدشہ ہے تو دو جلدوں یعنی جلد اول اور جلد دوم کی صورت میں شائع کیا جا سکتا ہے۔

یہ کتاب ورلڈ ویو پبلشرز کی ایک خوبصورت پیشکش ہے۔ پروف ریڈنگ انتہائی عرق ریزی کی گئی ہے۔ اور اس پہلو کی طرف توجہ دلانا انتہائی ضروری ہے کہ اگلے ایڈیشن کی اشاعت میں ناشر کتابیات سے پہلے ساتواں باب لکھ لے یا اس کو فہرست سے نکال دے۔ اسی طرح صفحات کے لحاظ سے ص176 کو دوسری بار نہ لگائے گو کہ بائنڈر کی غلطی سے ایسا ہوا ہے۔

تبصرہ نگار: ادارہ

گوشہ اردو کتب / مقالات / سیمنارز / کانفرنسز

ادارہ

پاکستان میں اردو زبان میں علم الاستشراق پر کام ہو رہا ہے، ہم یہاں پر ان چھ ماہ (اپریل 2024ء۔ ستمبر 2024ء) میں ہونے والے کاموں کے حوالے سے ایک مختصر رپورٹ لکھ رہے ہیں تاکہ ایک منظم صورت میں کام سامنے آسکے۔ (ذیل میں دی گئی معلومات میں زیادہ تر سوشل میڈیا کے ذریعے سے حاصل کی گئی ہیں)

۔ گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد میں ایک ویبنار منعقد ہوا جس کا انعقاد شعبہ عربی و اسلامیات کے تحت ہوا، اس میں میزبان کی حیثیت سے ڈاکٹر یاسر عرفات سے انعقاد کیا۔ اور مہمان مقرر محترم ڈاکٹر عبد الرحیم قدوائی تھے۔ انہوں نے قرآن اور مستشرقین کے موضوع پر گفتگو کی۔

۔ محترم صابر علی کے ترجمہ کیے گئے وائل حلاق کے مضامین بعنوان "مقالات وائل حلاق" شائع ہوئے۔

۔ ڈاکٹر عبد الباسط کی ایک کتاب وائل حلاق۔۔۔ ایک تعارف کے عنوان سے شائع ہوئی۔

۔ جامعہ کراچی میں ڈاکٹر عاطف اسلم راؤ کی نگرانی میں ایک مقالہ بعنوان: غزوات نبویؐ پر مستشرقین کے اعتراضات لکھا گیا۔

۔ یکم ستمبر 2024ء میں ضلع اٹک میں واقع ایک خانقاہ میں تین گھنٹے کی تربیتی نشست بعنوان محاضرات استشراق منعقد ہوئی جس میں محاضر اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کے ڈاکٹر خورشید احمد سعیدی تھے۔

۔ ورلڈ ویو پبلشرز نے حدیث پر مستشرقین کے اعتراضات کا تحقیقی جائزہ Shorter Encyclopedia of Islam کے تناظر میں از پروفیسر حافظ حسن عامر کتاب شائع کی۔ جس کا تعارف اس شمارے میں دیا گیا ہے۔

Institute Of Orientalism

انسٹی ٹیوٹ آف اور ینٹلزم میانوالی کی بنیاد یکم محرم 1444ھ کو رکھی گئی۔ مذکورہ ادارہ ایک علمی و تحقیقی ادارہ ہے، جس کے قیام کے بنیادی مقاصد میں درج نکات شامل ہیں:

(1) اسلام کے بارے میں مستشرقین کی تحقیقات کو اردو زبان میں بیان کرنا

(2) استشراق پر مسلم محققین اور اسکالرز کی گئی تحقیق کی ترویج واشاعت کے لیے اردو میں ترجمہ کرنا

مذکورہ بالا مقاصد کے حصول کے لیے ادارہ اردو میں استشراق کے بارے میں لکھی گئی کتب اور مقالہ جات کی اشاعت کا اہتمام کرے گا، اور مسلم محققین اور مستشرقین کے اسلام کے بارے میں انگریزی زبان میں لکھے گئے تحقیقی مقالہ جات، کتب اور مضامین کے تراجم کروائے گا اور ان کو شائع کرے گا، ان تراجم کی اشاعت اور مغربی اداروں کی علمی و تحقیقی سرگرمیوں کو اردو زبان میں بیان کر نے کے لیے ایک رسالہ شائع کیا جائے گا، اس کے علاوہ ادارہ اپنے مقاصد کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے کانفرنسز اور سیمینار کا انعقاد کروائے گا تاکہ مسلم معاشرے میں علمی مباحث کو نئے زاویے میسر آسکیں۔ اور مغرب کی اسلام کے بارے میں پھیلائی گئی غلط فہمیوں کا تدارک ہو سکے اور ان کے پیش کردہ مفید علمی نکات سے استفادہ کیا جاسکے۔

Institute Of Orientalism

Email: ioorientalism@gmail.com